زندانِ حماقت

یہ ایک مہمل سا نام ہے لیکن اس سے اچھا نام میرے ذہن میں کوئی نہیں آتا۔ اس میں دونوں خوبیاں موجود ہیں، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام احمق کا ہے، اور یہ بھی کہ جیل میں لکھا گیا ہے۔ والسلام

احمق
اسیر قید فرنگ
از ستم کدۂ آگرہ

۱۲ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء

تقاریظ

از حضرت مولینا سیّد عارف حسین صاحب عارف ہسوی مدّظلّہ

حضرت احمق سے آج سے پہلے بھی مجھے غائبانہ نیاز حاصل تھا۔ ان کے ظریفانہ کلام نے جو مختلف موقت الشیوع رسائل اور ملکی روزانہ اخبارات میں وقتاً فوقتاً شائع ہوا اس نے ایک متبسم گروید گی میرے اندر پیدا کردی تھی۔ زندان فرنگ کی منجملہ دیگر برکات کے میں اسکو بھی ایک روشن و مسرت برکت سمجھتا ہوں کہ ڈسٹرکٹ جیل آگرہ میں حضرت احمق سے ملاقات نصیب ہوئی اور انکے تازہ ترین کلام سے مستفید ہونے کا موقع ملا اور سب سے بڑھکر یہ کہ ان کی پرلطف صحبت نے زندان فرنگ کو میرے لئے بہشت زار مسرت بنا دیا اور اس قفس لسانی کے اندر ان کی غزل سرائیوں نے نغمہ سنجان چمن کی یاد تازہ کردی۔

کلام احمق کے متعدد مختصر مجموعے شائع ہو کر ملک ملت سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں اب آپکا ارادہ ہے کہ ایک مجموعہ جیلیات بھی شائع کریں جس میں صرف وہ کلام ہو جو دوران ادائے سنت یوسفی میں نذر ہو گیا ہے۔ اس کے لئے از راہ محبت مجھے بھی حکم ملا ہے کہ بطور تقریب یا تقریظ کے چند سطور لکھوں، واقعہ یہ ہے کہ اگر احمق صاحب کا حکم بھی نہ ہوتا اور کوئی دوسرا غیر متعلق شخص بھی آپکے کلام پر مجھ سے کچھ لکھوانا چاہتا تو میں بصد شوق قلم دوات لیکر بیٹھ جاتا اور بہت سا کاغذ سیاہ کر کے اٹھتا حالانکہ میرا ذوق ادب اس صنف خاص میں بہت بخیل واقع ہوا ہے مگر اس کو کیا

کیجئے کہ کلام احمق کچھ اپنے اندر ایسی ہی خصوصیات رکھتا ہے کہ جہاں اس کو ایک حیثیت سے کشتِ زعفران کہا جاسکتا ہے وہاں ایک دوسری حیثیت کو ملحوظ رکھکر دفترِ موعظت و درسِ عبرت کا لقب بھی دیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر صرف تغزل کے نقطہ نظر سے دیکھئے تو بھی ان کی غزلوں میں سے بہت سے ایسے شعر منتخب کئے جاسکتے ہیں جو وجدان صحیح اور مذاق سلیم کے سر دُھننے کے لئے کافی ہیں۔

حضرت احمق کی نہ صرف صورت بلکہ ان کا کلام بھی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کے فیاض ہاتھوں نے آپکو نہایت رسا طبیعت، صحیح مذاق اور اثر پذیر قلب عطا فرمایا ہے اور ان ہر سہ امور کی جھلک ان کے کلام میں نظر آتی ہے۔ ان کے کلام میں ظرافت غالب معلوم ہوتی ہے مگر ظرافتِ محض بہت کم ہوتی ہے بلکہ زیادہ تر اکبر مرحوم کی طرح ان کی ظرافت عبرت و موعظت کا کوئی نہ کوئی پہلو اپنے اندر رکھتی ہے۔ کبھی سیاست، کبھی مذہب اور کبھی معاشرت غرضکہ زندگی کے مختلف شعبوں پر وہ ظریفانہ اندازِ بیان سے روشنی ڈالتی ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت احمق جناب اکبر مرحوم ہیں مگر یہ ضرور کہوں گا کہ اگر مشقِ سخن جاری رہی تو ایک زمانہ آئیگا کہ وہ مرحوم کے صحیح جانشین کہلانے کے مستحق ہو جائیں گے۔ ظرافت کے علاوہ ان کے رنگ تغزل کو ابھی کسی استاد سے مانا و مشابہ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ کسی ایک رنگ کو اختیار نہیں کیا بلکہ وہ مختلف چمنوں سے گلچینی کر کے اپنا گلدستہ سخن تیار کرتے ہیں یعنی کبھی داغ کے رنگ میں کوئی شعر کہہ جاتے ہیں اور کبھی طرز مومن میں نغمہ سنجی کرتے ہیں اور کبھی کسی اور کے طرز بیان میں لیکن بہت جلد وہ زمانہ آنے والا ہے کہ مذاق سلیم ایک خاص راستے پر انکو ڈالدیگا جو

نہایت دلکش و دلپذیر ہوگا۔ تخیل و محاکات کے علاوہ دو چیزوں کی اور ضرورت ہوتی ہے ایک زبان کا ترنم اور دوسرے جذبات کی پاکیزگی اور خیال کی رعنائی اور یہ سب امور حضرت احمق میں موجود ہیں۔

بہرحال حضرت احمق کا گرامی قدر وجود اور انکی مطبوع دلپذیر نغمہ سرائیاں اس وقت جیل کے اندر ہم سب کے لئے عموماً اور میرے لئے خصوصاً ایک ایسی کشش اپنے اندر رکھتے ہیں کہ میری گرویدگی ان کے ساتھ محبوب کے درجہ تک پہنچ گئی ہے جس کا نتیجہ اب یہ ہے کہ آپ کی فیض آباد جیل کی روانگی نے میرے اندر تہلکہ سا ڈال دیا ہے، آگرہ جیل چند احباب کی وجہ سے ایک چمن زار بن گیا تھا۔ ان میں احمق صاحب کا نام صف اول میں تھا۔ بالخصوص جو مشاعرہ یہاں ہفتہ وار منعقد ہوتا ہے اسکی تو آپ جان تھے اور روزانہ جو صحبتیں ہو رہی تھیں ان کے رکن اعظم بھی آپ ہی تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسی عزیز و محبوب ہستی کا زبردستی ہم سے چھین جانا کس درجہ اندوہناک ہوگا۔ یہ بالکل سچ ہے کہ جیل سے باہر جیل کی صحبتیں اور جیل کے اندر حضرت احمق کی لطف کاریاں ہمیشہ یاد رہیں گی۔ فیض آباد کا جیلخانہ کس قدر خوش قسمت ہے کہ قفس آگرہ کا بلبل ہزار داستاں اس میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ میں نے یہ چند سطریں بالخصوص اس لئے لکھ دیں کہ اگر احمق کی معیت کے شرف سے مجھے محروم کر دیا گیا تو کم از کم میری یہ تحریر ان کو میری یاد دلاتی رہے۔

فقیر عارف ہسوی کان اللہ لہٗ
ڈسٹرکٹ جیل آگرہ - ۱۹ فروری سنہ ۲۲ء

از خطیب العلماء مولانا نذیر احمد صاحب خجندی

حمداً لمولی الحمد والانعام　　وعلی النبی مصلیاً بسلام
یا حبذا فی ھذہ الایام　　ھبت نسیم صبا ھبوب دوام

اس عہد مظالم میں جہاں دشمنانِ دین وملت نے ایک طرف بیخ کنی اسلام کی نیت سے خلافت عظمیٰ کو ضرر پہنچایا، مقامات مقدسہ کی حرمت پر حملہ کیا، حرم محترم میں بیگناہ مسلمانوں کا عین حالت نماز میں خون بہایا، ترکوں پر ناحق ظلم وستم توڑے۔ بدویوں کو انکی مخالفت پر لالچ دے دے کر اُبھارا۔ مخالفوں کو طرح طرح کی امداد سے یہ جرأت دلائی کہ وہ ترکوں کے بیکس بچوں، بے بس عورتوں، ضعیف ونحیف بوڑھوں کو بے دردی وبربریت کا شکار بنائیں۔ قرآن مجید کی بے ادبی سے مسلمانان عالم کے قلوب زخمی کریں۔

دوسری جانب سرجیمس مسٹن، سرمائیکل اوڈوائر کے اشاروں پر مسٹر ٹاملر اور جنرل ڈائر کے ہاتھوں سفاکی وخونریزی کی وہ بنیاد رکھی کہ اب جس وحشت نواز مغربی کا جی چاہتا ہے وہ موقع وبے موقع اس نمونہ سے سبق لیتے ہوئے نہتے ہندوستانیوں کی خونریزی کا تماشہ دیکھتا ہے۔ ان دل افگار وجگر خراش حادثات سے متاثر ہونے والے نفوس الٰہیں جفا پرست مغروروں کی بدولت ستمگرگان فرنگ میں بھی محبوس ومقید ہیں۔ روحانیت سے تعلق رکھنے اور صداقت وحقانیت کو اصل حیات سمجھنے والے، ظلم وستم، جور وجفا اور ہر قسم کی بلا کو اپنے حق میں موجب حرمت سمجھتے ہوئے

؎ خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دران باشد۔ کی تمنا رکھتے ہیں۔

زندانِ آگرہ ان مخصوص جیل خانوں میں سے ہے، جہاں اسیران سیاسی کی نئی بستی بسائی گئی ہے۔ یوں تو یہ سب گرفتاران بلا شاہد آزادی کے متوالے ہیں اور حصول خودمختاری کے نشے میں سرشار۔ لیکن اس مجلس میں رہ کر بے شغلی کے عالم میں ہر شخص نے اپنے اپنے مزاج کے مطابق سامان مصروفیت مہیا کر لیا۔ گویا

زاہد بہ نماز و روزہ ربطے دارد
عاشق بہ سبُو دو سالہ خبطے دارد
معلوم نشد کہ یار مشغول بہ کیست
ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

جسمانی قویٰ کو تقویت پہنچانے کے مشاق کبڈی اور اکھاڑے سے فائدہ اٹھاتے ہیں، روحانیت کو ترقی دینے کے طلبگار روزہ نماز کی عادت بڑھاتے ہیں۔ عوام کھیل کود میں مصروف، خواص اخبار و کتب بینی میں مشغول، ارباب سخن اس موقع کو غنیمت جان کر زبان اردو کے لطف اٹھانے پر متوجہ ہوئے اور سب سے اوّل ۲۰ / جنوری ۱۹۲۲ء کو ایک بہترین مجلس مُشاعرہ رونق پذیر ہوئی، جس کی مختصر کیفیت سے اخبارات اردو ہندی کے صفحات مزیّن ہو چکے ہیں۔

جس طرح اس بزم کی روحِ رواں ہمارے مکرم مولانا عارف حسین صاحب ہسوی کی ذات ہے۔ اسی طرح رونق محفل محبّی مولوی حکیم محمد مصطفےٰ خاں صاحب مدّاح ہیں، جنھوں نے اپنی جدّت طبع اور قادر الکلامی کو احمق کے نام سے مقبول روزگار ہونے کا موقعہ دیا ہے۔ ملک کے باوقار اخبار خصوصاً زمیندار وقتاً فوقتاً آپ کے کلام سے اس قدر

سنفید بنا چکا ہے کہ شاید ہی کوئی اہل مذاق آپکے نام نامی سے ناواقف ہو۔ زبان اردو کی تاریخ میں ہر وقت ایک ایک ایسا اہل فن ضرور گذرا ہے جسکی خصوصیات اسکی ذات کے ساتھ وابستہ رہی ہیں۔

زمانہ حال میں سید اکبر حسین مرحوم الہ آبادی اپنا نمونہ آپ تھے اب اگر یہ کہا جائے کہ انکی جگہ حضرت احمق سنبھالیں گے تو نامناسب نہ ہوگا، بلکہ بہت ممکن ہے کہ ایک عرصہ بعد آپ کی قدر فوق الفوق ہو۔

جناب احمق کا کلام صرف روتوں کو ہنسانے اور ہنستوں کو مست بنانے ہی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ میر کی مضمون آفرینی مومن کی معاملہ فہمی اور داغ کی زبان کے مزے اٹھانے والے آپ کی غزل میں تقریباً ہر مذاق کا لطف پا سکتے ہیں سودا کی ہجو نگاری سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کا مذاق پورا کرنے میں احمق صاحب کی طبیعت ید طولی رکھتی ہے اور ان کے کہنے کے مطابق ابتدائے سخن طرازی اسی منزل لطیف سے ہوئی ہے۔ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ آپ کے کلام پر تقریظ لکھوں لیکن میں اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھ سکتا کہ اس کلام کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کلام پُرمزاح شاعر کے علاوہ ناصح طبیب فلسفی اور رنگ زمانہ کا واقف اہل زبان ہے۔ سیاست حال کے لئے یہ کلام بہترین سبق آموز ہے اور اسلامی دردمندوں کے واسطے جگر سوز۔ پڑھو اور لطف اٹھاؤ اور اس اسیر ظلم فرنگ کو دعائیں دو۔

فقیر خجندی۔ از ستم کدۂ فرنگ آگرہ ۲۳ فروری سنہ ۱۹۳۲ء

حوالات

(ا)

یہی ہوگا یہی ہوتا رہا ہے ہر زمانے میں[ع۵]
صدائے حق ہمیشہ گونجتی ہے جیل خانے میں

لئے پھرتے ہیں امر کو ڈگڈگی پر اک زمانے میں
قلندر بخش بھی مشاق ہیں بندر نچانے میں

صداقت کے یہی معنی ہیں موزوں اس زمانے میں
کہ چکی پیسیے اور موج کیجیے جیل خانے میں

یہ پلڑا، اس قدر ہڑبونگ اتنی چپقلش، توبہ
تری محفل میں ہوں میں یا کسی بھٹیار خانے میں

فلک نے ڈائر کم بخت کے انداز اڑائے ہیں
ستم کرنے میں یدانوڑنے میں ظلم ڈھانے میں

جہاں ظلم نصب العین ہوگا جس حکومت کا
یقیناً خاک ہو جائے گی وہ تھوڑے زمانے میں

وہ جب آئیں کم از کم اتنی آزادی تو مل جائے
نہ ہو ہڑتال پر پابندی کوئی اس زمانے میں

جسے دیکھو دعائیں مانگتا ہے جیل خانے کی
جسے دیکھو ترے گیسو کا عاشق ہے زمانے میں

نئی حد بندیاں ہونے کو ہیں آئینِ گلشن کی
کہو بلبل سے اب انڈے نہ رکھے آشیانے میں

یہ وقتِ خوں بہائے قوم ہے اے تیغ انگورہ
کمی تو بھی نہ کرنا موذیوں کا خوں بہانے میں

وہ اک روٹی جو ہم کو برہمن مشکل سے دیتا ہے
ہزاروں بُت ہوا کرتے ہیں اسکے دانے دانے میں

خدا جانے میاں احمق کہاں ڈال آئے ہیں ڈاکہ
کہ آدھی رات سے جکڑے ہوئے بیٹھے ہیں تھانے میں

ع۵ یہ غزل دیباپور کے تھانے میں لکھی گئی۔

فتح گڈھ سنٹرل جیل

(۲)

سُنا رہا ہے مجھے ذکرِ بوستاں صیّاد
ملا ہے خوبیٔ قسمت سے مہرباں صیّاد

یہ پالسی کہ ہو بلبل پہ مہرباں صیّاد
جبھی درست ہے بوڑھے ہوں جب "میاں صیّاد"

قفس میں فکرِ رہائی کسے یہاں صیّاد
گئی وہ طاقتِ پروازِ بوستاں صیّاد

چمن تو بلبلِ ناشاد کا ہے گھر، لیکن
ذرا یہ سوچ کہ جائے گا تو کہاں صیّاد

مزا تو جب ہے کہ شوقِ ہوائے گلشن میں
قفس خود اُڑ کے چلے سوئے بوستاں صیّاد

خیالِ گل، غمِ گلزار، صدمۂ احباب
جگر میں لیتے ہیں رہ رہ کے چٹکیاں صیّاد

خدا کرے وہ دن آئے کہیں کہ اے بلبل!
نکالے جائیں چمن سے کشاں کشاں صیّاد

یہ رحم بھی ہے انوکھا کہ سننے بیٹھا ہے
درازدستیٔ گلچیں کی داستاں صیّاد

مجھے اب اس سے علاقہ نہیں، مگر ہو غلط
چمن ہے روبہ خزاں، یہ نزاریاں صیّاد

خدا کو حشر میں دے گا جواب کیا ظالم؟
زیادہ ظلم نہ ڈھا، کر نہ سختیاں صیّاد

چمن کا عیش چھٹا، فصلِ گل کے لطف گئے
بہار میرے لئے ہو گئی خزاں صیّاد

جلا کے خاک نہ کر دیں تجھے تو بات نہیں
ہماری آہ کی آتش فشانیاں صیّاد

چمن میں بلبلِ بیکس کے پھانسنے کیلئے
لگائے بیٹھے ہیں پھندے کہاں کہاں صیّاد

قفس تو مجھ کو چمن سے بھی کچھ سوا ہے عزیز
عبث ڈراز مجھے دے نہ دھمکیاں صیّاد

یہ بانکپن تو کسی اور کو دکھانا تھا — غضب ہیں مجھ سے تری کج ادائیاں صیّاد
نکال دے گی خزاں آکے چار ہی دن میں — یہ ہیکڑی یہ تری ساری شیخیاں صیّاد
عجب نہیں کہ تو سُننے کی تاب لا نہ سکے — غضب ہے بلبلِ بے پر کی داستاں صیّاد

نہیں ہے جیل میں اشعار خوانیٔ احمق
قفس میں بلبلِ خوشگو ہے نغمہ خواں صیّاد

الٰہی کشتیٔ اسلام کا تو ہی نگہباں ہے — کہ یہ بیڑا ہے اور گرداب شورشہائے طوفاں ہے
زمانے میں یہ کیا اندھیر ادغا زنگرِ جاں ہے — جسے دیکھو ترا شاکی ہے جو ہے تجھ سے نالاں ہے
دلِ دیوانہ اپنا مبتلائے زلفِ پیچاں ہے — بہر صورت ہمارے جیل میں جانے کا ساماں ہے
ہوئے ہیں نامزد جب سے بڑے صاحب کے دفتر میں — جنابِ شیخ کا سینہ تجلّی زارِ عرفاں ہے
مجھے یہ کہہ کے دورِ چرخ نے پامال کر ڈالا — ترا سب سے زیادہ جُرم یہ ہے تو مسلماں ہے
نہ سر نذرِ جفا ہے اور نہ دل پامالِ ناکامی — مجھے جینا نہیں آتا تو کیوں جینے کا ارماں ہے
وہ ایسا کون ہے جو تیغِ قاتل پر نہیں مرتا — وہ ایسا کون ہے جس کو ابھی جینے کا ارماں ہے
کوئی عاشق ہے گیسو کا کوئی خط کا کوئی رُخ کا — کوئی ہندو ہے، کوئی گبر ہے، کوئی مُسلماں ہے
قیامت کو اُٹھیں گے سونے والے بسترِ غم کے — طلوعِ صبحِ محشر منتہائے شامِ ہجراں ہے
مسلمانوں کو پامالِ جفا و ظلم کرنے میں — خدا غارت کرے انگلینڈ کا بھی باپ یوناں ہے
چھٹے قیدِ علائق سے حیاتِ جاوداں پائی — مری گردن پہ کیا کیا خنجرِ قاتل کا احساں ہے
جگر کے داغ دل کے زخم طرفہ رنگ لائے ہیں — زمیں جلیانوالہ کی مرے سینے پہ حیراں ہے

بہ خوشنودی کا پروانہ ہی ہے خدمتگذاری پر — کہ اسکے ساتھ کچھ بہر خورش بھی اے مری جاں ہے
بالآخر ہاتھ بھر مشکل سے پائے گا جگہ غافل — تجھے بے فائدہ فکرِ عراق و شام و ایراں ہے
جسے کہتے ہیں عشق اک بادشہ ہے کشورِ دل کا — جسے کہتے ہیں دل دنیائے یاس و درد و حرماں ہے
حیاتِ جاوداں پانا ہے الفت میں فنا ہونا — مرے مٹنے میں میری زندگی کا راز پنہاں ہے

تلاشِ احمقِ مخبوط کیوں ہے اس قدر تم کو
وہی تو ہے کہ جس کا نام شاید مصطفےٰ خاں ہے

اللہ رے کارنامے غازیٔ مصطفا کے — کیا شان ہے خدا کی کیا بھید ہیں خدا کے
کیا پائے گا ستمگر عاشق پہ ظلم ڈھا کے — بس یہ کہ ہوں گے چرچے گھر گھر تری جفا کے
طے کر چکے منازل تہذیب و ارتقا کے — ڈالیں اب اہل یورپ دنیا میں خوب ڈاکے
پچھتا رہا ہے ظالم اب کیوں انھیں مٹا کے — مرقد تھے عاشقوں کے یا نقش تھے وفا کے
ناسوتیوں کے آگے لاہوت کے مسائل — آئے ہیں شیخ صاحب شاید کچھ آج کھا کے
کب تک اٹھائیں سختی تلخیٔ زندگی کی — بس طے کریں یہ جھگڑے اک روز زہر کھا کے
رند اور ترکِ صہبا اچھی کہی یہ زاہد — اب وہ پیا کریں گے ظالم تجھے دکھا کے
بڑھنے بھی دو ہمیں تم روکو نہ فوج والو — آزادیوں کے رستے آبادیوں کے ناکے
ہیں میرے دل پہ ہر وقت اس شوخ کی نگاہیں — پیغام آ رہے ہیں ہر دم مجھے قضا کے
ہے اب کھلے خزانے لُٹّس دل و جگر کی — پڑتے ہیں دن دہاڑے اب اس گلی میں ڈاکے
اے خبطِ جی حضوری تو نے ہمیں مٹایا — برباد ہو گئے ہم ، باتوں میں تیری آ کے

جتنی بڑھیں جفائیں الفت ہوئی زیادہ
دو حرف آرزو اب دفتر ہیں مدعا کے

ہاں اے ہوائے جاناں تجھ کو قسم ہے دل کی
باقی رہیں نہ ذرّے خاکِ رہِ وفا کے

ہے فکرِ عیش و راحت اے شیخ تجھ کو ناحق
آیا تو ہے فقیری تقدیر میں لکھا کے

ہیں زیرِ مشقِ برٹش انصاف اور عدالت
اڑتے ہیں روز کیا کیا انکے جہاں ہیں خاکے

دنیا کو ہضم کرکے ہے پیٹ جن کا خالی
شاکی ہیں پھر بھی احمق وہ ضعفِ اشتہا کے

شیخ جی کیوں وردِ یا موجود و یا مقصود ہے
آپ کا مقصود بزمِ وعظ میں موجود ہے

جسکے گھر میں کل کے کھانے کے لئے موجود ہے
آج وہ فرعون ہے شدّاد ہے نمرود ہے

جس کو کہتے ہیں محبت نام ہے جس کا خلوص
پہلے ممکن ہے کہ ہو، اب تو مگر مفقود ہے

کیا ہوا ہم کو اگر نانِ شبینہ بھی نہیں
آپ کی خاطر تو اے صاحب ڈنر موجود ہے

درسگاہِ عشق و الفت کا انوکھا ہے نصاب
ترمذی ہے یاں نہ مسلم ہے نہ ابو داؤد ہے

تم مری آغوش میں کیا ہو کہ اے جانِ جہاں
گوہرِ امید ہے پُر دامنِ مقصود ہے

آتش افروزِ تماشا ہے جہاں حسنِ ایاز
لطف اندوزِ نظارہ دیدۂ محمود ہے

قلب گر سوز و گدازِ عشق سے خالی ہوا
حضرتِ زاہد یہ ہو حق آپکی بے سود ہے

اژدرِ زلفِ مساں کے زہر کا تریاق ہو
اے طبیب ایسی کوئی اکسیر بھی موجود ہے

دل جگر لے کر تو اے غارتگرِ جاں رحم کر
اب مری جانب بتا کیوں چشم خوں آلود ہے

سر کٹانا خدمتِ اسلام میں کر کے جہاد
سچ تو یہ ہے زندگی کا واقعی مقصود ہے

اللہ اللہ کس قدر سہمے ہوئے رکھتے ہو پاؤں　　خاکِ عاشق کیا ہے گویا جرمنی بارود ہے
اب سرِ محشر نہ مکرو عاشقوں کے قتل سے　　ان کے قبضہ میں تمھاری تیغ خوں آلود ہے
کہتے ہو کھا جائیں گے کچا ترے دل کو یہ کیا　　وہ بھی ہے ناشپاتی ہے، کوئی امرود ہے؟
ٹھوکریں کھاتا پھرے گا کل سر اس مغرور کا　　آج اپنے زعم میں جو ہمسرِ نمرود ہے
جذب دل سے پیش لے جانا کوئی آساں نہیں　　تو جو پتھر ہے تو وہ او سنگدل بارود ہے
وصل کی شب کیا تماشا ہے کہ میری آرزو　　دل سے نکلی ہے مگر دل میں ابھی موجود ہے
ڈھونڈھتے کیا ہو تم اپنے کشتۂ بیداد کو　　خلد میں وہ ہمکنارِ شاہدِ مقصود ہے

پوچھتے کیا ہو کہ احمق کون ہے میں کیا کہوں
دیکھ لو خود وہ تمہارے سامنے موجود ہے

عاشق کی طرح دشمن سر عشق میں کیونکر دے　　مشہور مقولہ ہے "ہر کارے و ہر مردے"
خاموش رہوں گرچہ سر بھی وہ قلم کر دے　　اے ضبطِ وفا اتنا قابو مجھے دلبر دے
ہاں اے نگہ کونسل وہ زور کا کنٹر دے　　جو خان بہادر کو مدہوشِ وفا کر دے
کس طرح سے پھر لڑکے ایماں پہ رہیں قائم　　وہ برقِ کلیسا جب اسکول میں لکچر دے
پھر کنج قفس سے تو آزاد مجھے کرنا　　صیاد! مگر پہلے اڑنے کے لئے پر دے
فاقہ ہے کئی دن سے بھوکا ہوں کئی دن کا　　مجھکو بھی کوئی روٹی او قاسم لنگر دے
میں حالِ دلِ محزوں کس طرح کہوں ان سے　　آئینِ زباں بندی رخصت مجھے کیونکر دے
جس آگ سے جلتے ہیں تثلیث کے پر یارب　　اس آگ کے انگارے سینہ میں مرے بھر دے

جور و ستم بے حد، ظلم و غم بے پایاں | کیا کیا نہ ابھی مجھکو وہ میری وفا پر دے
جینے سے تو مر جانا فرقت میں کہیں اچھا | اے عشقِ خمِ ابرو لا بس مجھے خنجر دے
مجھ کو بھی تمنا ہے زندانِ مصیبت کی | مجھ کو بھی خدا عشقِ گیسوئے معنبر دے
کیا فرض ہے ہم اس پر ایمان ہی لے آئیں | ہر وہ خبرِ مہمل جو دفترِ ریوٹر دے
اے کاش ذرا دیکھیں اسلام کی حالت بھی | اے کاش اُٹھا دیں ہم آنکھوں سے کبھی پردے
تثلیث کو سمجھے ہیں توحید کا حامی ہم | آنکھوں پہ جہالت نے ڈالے ہیں بُرے پردے

سُن پاتے ہیں جب کوئی وہ بات لطیفے کی
فرماتے ہیں احمق سے تو نظم اسے کر دے

خوب اس پہ جبر کر لو خوب اس پہ ظلم ڈھالو | اچھی طرح غرض تم عاشق کو آزما لو
کمّل مجھے بھی اپنا اس ٹھنڈ میں اُڑھا لو | بیکس پہ رحم کھاؤ مظلوم کی دُعا لو
اے دل کی سازشوں سے برباد ہونے والو | کس نے کہا تھا تم سے سانپ آستیں میں پالو
اللہ ری شرارت بزمِ عدو میں اس نے | دیکھا مجھے تو بولا، "دیکھو اسے نکالو"
پھر مجھ کو یاد آئیں ساقی کی مست آنکھیں | پھر ہمدمو! چلا میں لو پھر مجھے سنبھالو
میں جانتا ہوں یہ سب دل لینے کی ہیں گھاتیں | باہیں نہ پیار سے تم میرے گلے میں ڈالو
یہ مغربی لٹیرے خونخوار بھیڑیئے ہیں | اے اہلِ مشرق انکو جس طرح ہو نکالو
میں تو یہی کہوں گا دل تم نے ہے اُڑایا | تم دل لگی میں جتنا چاہو مجھے اُڑا لو
اب چرخ کی جفائیں حد سے گزر گئی ہیں | اب وقتِ امتحاں ہے اے میرے دل کے نالو

پھر دیکھنا بہاریں تم ہند کے چمن کی — پہلے نئی روش پر پودے نئے جما لو
جب ہو گئے ستم کش ظلم و جفا کے خوگر — ہوتا ہے وہ ستمگر اب تارکِ جفا، لو
اظہار سوزِ باطن ہم کیا کریں کسی سے — تم نے تو مہر کر دی منہ پر زباں کے چھالو
ناکامیٔ وفا سے کیا تلخ زندگی ہے — جی تو یہ چاہتا ہے کم بخت زہر کھا لو
جب غیر نے نکالا تو اب مرے گھر آئے — بندہ نواز بخشو بس، جاؤ راستا لو
حسرت نے دل کو آخر برباد کر کے چھوڑا — تم سے کہا تھا ہم نے دیکھو اسے نکالو
میرے سنبھالنے کی فکریں تو بعد کی ہیں — پہلے ذرا تم اپنا پتلون تو سنبھالو
گر چاہتے ہو شوخی رنگینیٔ حنا میں — مہندی کے ساتھ میرے دل کو بھی پیس ڈالو
شام و عراق و ٹرکی سب ہیں تمہاری خاطر — مرقد کی فکر کیا ہے چاہو جہاں بنا لو

ہے آج تک تو احمق فرزانۂ زمانہ
اب تم نئے انوکھے اس کو گدھا بنا لو

جان کر اہلِ حکومت کا وفادار مجھے — ڈھونڈھتی پھرتی ہے لعنت سرِ بازار مجھے
میں اور اس شوخ ستمگر سے سروکار مجھے — ہاں مگر بھول چلے تھے رسن و دار مجھے
دین سے کام نہ مذہب سے سروکار مجھے — پھر بھی حاصل نہیں او شوخ ترا پیار مجھے
بھاگنے کی نہ یہاں راہ نہ پٹنے کی سکت — آہ! لائی ہے کہاں حسرتِ دیدار مجھے
لذتِ سختیٔ تعزیر بھی مل جائے گی اب — وہ سمجھنے تو لگے اپنا گنہگار مجھے
اوڈوائر کی طرح باندھ کے مشکیں سرِ راہ — مارشل لا کی قسم تجھ کو نہ یوں مار مجھے

میں وہ پنڈت ہوں کہ اس دور کے اکثر مہراج
دُور سے دیکھ کے کرتے ہیں نمسکار مجھے

آج کل مدِ نظر ہے مجھے صحت کا خیال
ورنہ پینے سے تو ہرگز نہیں انکار مجھے

کردیا تلخیٔ امید نے ناکامِ مُراد
مل گیا ذائقۂ شربتِ دیدار مجھے

خدمتِ قوم فروشی کو دُعا دیتا ہوں
ورنہ اک عمر سے تھی حسرتِ دربار مجھے

تم سمجھتے ہو جو کچھ میری تمنائیں ہیں
میں کہوں کیا کہ نہیں حاجتِ اظہار مجھے

یاد کرنا جب اسیرانِ جفائے غم کو
بھول جانا نہ کہیں اے ستمِ یار مجھے

بیخودی تو نے پلا کر مئے مستانۂ عشق
کردیا سارے زمانہ سے خبردار مجھے

آتش افروز ہے کیا گرمیٔ بازارِ وفا
پا کر اک جان کے گا ہک کے خریدار مجھے

کیا عجب انڈین اوشن میں ڈبودے اک روز
آرزوئے عرب و فارس و تاتار مجھے

یہ حکومت نہیں اک طرح کی قزاقی ہے
لوٹنے ہی کے لئے آئے ہیں سرکار مجھے

کرنے والے ہیں یہ برگشتۂ راہِ مقصود
ہو گیا تجربۂ سبحۂ و زنّار مجھے

جیل خانے میں ہوں سُسرال کی مانند احمق
کوئی تکلیف، کوئی غم نہیں زنہار مجھے

انھیں کیا کس طرح ہم بیکسوں کے دن گذرتے ہیں
اگر جیتے ہیں جیتے ہیں اگر مرتے ہیں مرتے ہیں

یہ عزت کوئی کم ہے شیخ صاحب جس پہ مرتے ہیں
کلکٹر بھی جب ان سے ملتے ہیں شیک ہینڈ کرتے ہیں

جو ہمدردِ وطن ہیں اور آزادی پہ مرتے ہیں
نہ ان کو جیل کا غم ہے نہ وہ پھانسی سے ڈرتے ہیں

نبھائے عہد کا پیمان کا وعدے کا قسموں کا
یقیں کیا ہو نگاہیں پھیر رہی ہیں اب کرتے ہیں

کھڑے ہو کر جنھیں پیشاب کرنا بھی نہیں آتا
وہ ناحق کرسیوں پر بیٹھنے کی مشق کرتے ہیں

وہ اپنی چپتولوں کو اپنی آنکھوں کو نہیں کہتے
مجھی پر ناشکیبائی کا اور الزام دھرتے ہیں

ہیں جن کے سامنے دفعاتِ آئینِ خداوندی
کہیں وہ مارشل لا اور رولٹ بل سے ڈرتے ہیں

پڑا ہے اب وہ نقشہ آ کے شطرنجِ محبت میں
عدو جو چال چلتا ہے ہم اسکو مات کرتے ہیں

وفاداری ہماری پاؤ بھر آٹے کی خاطر ہے
ہم ان سے عشق کیا کرتے ہیں اپنا پیٹ بھرتے ہیں

چمن میں جب تسلط ہو چکا صیاد و گلچیں کا
چمن والے گل و بلبل کا ناحق ذکر کرتے ہیں

یہ شوخی یہ شرارت یہ دل آرائی کہاں ان میں
رسوں کے چاہنے والے کہیں حور و پری مرتے ہیں

کسی نے آج تک بحرِ الم کی تھاہ بھی پائی
خدا ہی جانتا ہے کیونکر اسکے پار اُترتے ہیں

"شغالِ پالسی" یہ اپنی روبہ بازیاں چھوڑے
کہ اب شیرانِ حریت کوئی دم میں بپھرتے ہیں

وہ جب مہندی لگا کر بیٹھ رہتے ہیں شبِ وعدہ
نہ پوچھو میری امیدوں کا کیا کیا خون کرتے ہیں

جہاں تک تم سے ہو سکتا ہے جبر و ظلم کرتے ہو
جہاں تک ہم سے بن پڑتا ہے ضبط و صبر کرتے ہیں

وہ گل رخسار جن سے گلشنِ عالم کی زینت تھی
اب انکی قبر کا سبزہ گدھے اور بیل چرتے ہیں

ہے سن انیس سو بائیس کا آغاز اے احمق
۱۹۲۲

ہم آج اک دوسری دنیا میں گویا پاؤں دھرتے ہیں

یہاں گلچیں کا کھٹکا ہے نہ کچھ صیاد کا ڈر ہے
قفس میں ہم کو اطمینانِ آزادی میسر ہے

ہمیں روٹی نہیں ملتی انھیں حلوا میسر ہے
یہ اپنی بدنصیبی ہے وہ غیروں کا مقدر ہے

وفورِ شوق ہے دل بھی تپاں ہے آنکھ بھی تر ہے
وہ آنے والے ہیں یا جانے والے جان مضطر ہے

دو عملی میں جنابِ شیخ کو اب زیست دوبھر ہے
اِدھر اس بُت کا کھٹکا ہے اُدھر اللہ کا ڈر ہے

غلامی نے ہمیں اس فیصلے پہ لا کے پہنچایا
کہ آزادی نہ ہو تو زندگی سے موت بہتر ہے

بڑے صاحب کا استفسار میں سمجھا نہیں لیکن
مرے سر کو ہے جنبش اور میرے لب پہ "یس" سر ہے

تلاشِ علّت و معلول نے مطلب کیا غائب
بس اب یہ بحث ہی یہ کس طرح ہے اور یہ کیونکر ہے

گئے وہ دن کہ چمپا اور نرگس کی بہاریں تھیں
بس اب یاسینٹ ہی اس انجمن میں یا لونڈر ہے

رقیبِ روسیہ کی صورت و سیرت معاذ اللہ
بلا تشبیہ وہ لنگور کی اولاد بندر ہے

تلاطم خیزیٔ طوفانِ حسرت پوچھتے کیا ہو
یہاں کا مدّ و جذر اٹلانٹک سے بھی سوا تر ہے

مری آنکھوں میں نقشہ کھنچ رہا ہے مہ جبینوں کا
مرا جذبِ تصوّر کیا ہے اک فوٹو گرافر ہے

تمہیں مشقِ ستم مدّ نظر ہے تو یہاں آؤ
مرا دل نذرِ تیغ و دشنہ و شمشیر و خنجر ہے

سنبھل او آسماں پتلون کے تسمے ذرا کس لے
کہ میری آہِ سوزاں اب مرے کہنے سے باہر ہے

بہت دشوار ہے قطعِ رہِ آزادیٔ اُلفت
یہاں کچھ گردنوں کی حاجت ایدل ہر قدم پر ہے

وہ انڈر ایج تھے تو چاہنے والے تھے سب اُنکے
اب اُوور ایج ہیں تو ہر طرف سے لعنت اُنپر ہے

اِدھر کچھ گردنیں ہیں کٹنے والی اور خاموشی
اُدھر کچھ قاتل سفاک ہیں اور شورِ محشر ہے

حقیقت کچھ نہیں اسکے سوا "راؤنڈ ٹیبل" کی
ہمارے سر پہ لکڑی پھیرنیکا "گول منتر" ہے

خدا کی شان کپڑا بھی ہمیں بُننا نہیں آتا
کفن کے واسطے بھی احتیاجِ مانچسٹر ہے

وہی چرچے وہی فکریں وہی جلسے وہی رونق
یہ احمق جیل ہے یا کانگرس کا کوئی دفتر ہے

دشمنِ جاں اضطرابِ قلبِ مضطر ہو گیا دو گھڑی جینا مجھے فرقت میں دوبھر ہو گیا
ہو کے قانع آدمی مستغنیٔ زر ہو گیا اس گلی کی خاک پا لی کیمیا گر ہو گیا
حسبِ خدمت پا لیا ملّت فروشی کا صِلہ کوئی ڈپٹی بن گیا، کوئی کلکٹر ہو گیا
یہ خبر کیا تھی کہ دردِ دل ہی وجہِ زیست ہے مر گیا میں جب سکونِ قلبِ مضطر ہو گیا
خستگی پر بھی یہ ہمت ہے کہ عاشق کا غبار لگ کے اُس دامن سے ہم رفتار موٹر ہو گیا
تم سمجھتے ہو یہاں بھی ہم نکل جائیں گے صاف عرصۂ محشر نہ ٹھہرا غیر کا گھر ہو گیا
جو نہ ہونا چاہیئے تھا مجھ کو اے تہذیبِ نو میں تری تقلید کے سانچے میں ڈھل کر ہو گیا
کیا یہی عہدِ وفا ہے او بتِ پیماں شکن جمعہ کا اقرار اور اس کو سنیچر ہو گیا
قبرِ اسکندر کی بربادی کے سُن کر واقعات حسرتِ دنیا کا حال آئینہ مجھ پر ہو گیا
کچھ بچا بھی پیٹ سے ہم بے نواؤں کو تو وہ نذرِ جاپان و فرانس و مانچسٹر ہو گیا
کر گئی برباد ہندوستاں کو برٹش سلطنت کیا پھلا پھولا چمن پامالِ صرصر ہو گیا
میری یہ قسمت، مرا یہ بخت میرا یہ نصیب مجھ کو حیرت ہے تمہارا وصل کیونکر ہو گیا
مرحبا صد مرحبا اے نرگسِ جادوئے دوست تو نے جس کو اِک نظر دیکھا مسخر ہو گیا
میں مرصّع ہو کے ہیٹ و کوٹ و سوٹ و بوٹ سے آدمی تو کیا بلا تشبیہ بندر ہو گیا
کس کی زلفوں کی یہ خوشبو ہے کہ اے بادِ صبا آج عاشق کا مشامِ جاں معطّر ہو گیا

اس قدر خوش ہیں میاں احمق کہ جس کی حد نہیں
جیل خانہ ان کو گویا خسر کا گھر ہو گیا

آوارہ پھروگے دلِ مضطر سے نکل کر
تم چین نہ پاؤ گے مرے گھر سے نکل کر

زندہ کوئی آیا بھی ہے اس گھر سے نکل کر
بھاگ آئے ہیں ہم اپنے مقدر سے نکل کر

شاید مری تقدیر میں پڑنے کو ہیں یہ پیچ
اے شوخ تری زلفِ معنبر سے نکل کر

اللہ رے مرے نامۂ مخفی کی تباہی
اب غیر کے ہاتھوں میں ہے سنسر سے نکل کر

جاتے ہوئے اغیار کے گھر منہ نہ چھپاؤ
دھوکا تو نہ دو مجھ کو برابر سے نکل کر

در اصل جو پوچھو تو اب اسرارِ ترقی
کھدر میں ہیں نکٹائی و کالر سے نکل کر

اندر ہی سے تم مجھ کو سناؤگے ہزاروں
یا آؤگے باہر بھی ذرا گھر سے نکل کر

ہم فاقہ کشوں پر بھی ذرا اک نگہِ لطف
اے شیخ کبھی بزمِ مزعفر سے نکل کر

ہوتی ہیں سراسر غلط اور جھوٹ جو خبریں
آتی ہیں وہ ریوٹر ہی کے دفتر سے نکل کر

پابندِ خمِ زلف کو کیا فکرِ رہائی
جائے گا کہاں اب وہ بڑے گھر سے نکل کر

رستے میں کوئی چور سمجھ کر نہ پکڑ لے
جاتے ہو کہاں رات کو اب گھر سے نکل کر

پہنچیں گے جہنم کی تباہی میں اگر ہم
جائیں گے رہِ شرعِ مطہر سے نکل کر

یہ کس کو خبر تھی کہ محبت میں ابھی سے
یوں "قول" پہ آجاؤگے تم "سر" سے نکل کر

گو امرِ عشق بہت سست ہے لیکن
جا سکتا ہے آگے ترے موٹر سے نکل کر

اس گوشہ نشینی سے ہے کیا فائدہ احمق
کرنا ہے اگر کچھ تو بس اب گھر سے نکل کر

نہ دیکھوں میں تمھیں مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا
جسے آنکھیں خدا نے دی ہیں اندھا ہو نہیں سکتا

اگر گورے کا ہمسر ایک کالا ہو نہیں سکتا
تو ظاہر ہے کہ انصاف آدمی کا ہو نہیں سکتا

کسی صورت میں آؤ ہم تمھیں پہچان ہی لیں گے
ہمیں برق و چراغ و گل کا دھوکا ہو نہیں سکتا

جفا وہ بھی کہ تم نے میرے دل پر آفتیں ڈھائیں
وفا یہ ہے کہ مجھ سے ذکر اس کا ہو نہیں سکتا

خیالِ کونسل بھی شیخ کو ہے پاس مسجد بھی
یہ بیچارہ دو عملی میں کہیں کا ہو نہیں سکتا

یہ مغرب کے چمر گدھ سب پرانے گھاگھ ہیں لیکن
ترا ہمسر کوئی اُلّو کا پٹھا ہو نہیں سکتا

چمن کتنے ہی داغ لالہ و نرگس دکھا ڈالے
مگر وہ گلشنِ جلیا نوالا ہو نہیں سکتا

ہمیں ان کالجوں سے جو ملے گا ہم سمجھتے ہیں
مگر یہ ہے تمھیں قلیوں کا ٹوٹا ہو نہیں سکتا

ابھی سے کیا ضرورت پڑ گئی راؤنڈ ٹیبل کی
ابھی تو فیصلہ میرا تمھارا ہو نہیں سکتا

وطن کی خاک کے ہر ذرّہ کا حق آدمی پر ہے
کوئی اس بوجھ سے مرکر بھی ہلکا ہو نہیں سکتا

ہمارا دل تمہارا ہو گیا کیا اسکو کہتے ہیں
ذرا پھر تو کہو کوئی کسی کا ہو نہیں سکتا

خدا نے ختم فرما دی ہیں ساری خوبیاں تجھ پر
سوا تیرے جہاں میں کوئی تجھ سا ہو نہیں سکتا

نگاہوں میں پھریں دل میں رہیں آنکھوں میں وہ آئیں
یہ بیباکی پھر ان کا مجھ سے پردا ہو نہیں سکتا

وہ اب بستر اٹھائیں اور سیدھی طرح گھر جائیں
ہمارے ہاں بس اب ان کا گزارا ہو نہیں سکتا

مجھے پامال کرتے ہو مگر یہ بھی سمجھ رکھو
کہ مٹ سکتا تو ہے انسان پیدا ہو نہیں سکتا

یہ کیسی شورشیں ہیں ملکِ دل میں یاس و حسرت کی
یہاں شاید نفاذِ مارشل لا ہو نہیں سکتا

ستم پیشہ، جفا جو، فتنہ پرور، بیوفا، بدخو
کوئی دنیا میں ہو سکتا ہے تجھ سا ہو نہیں سکتا

کہاں تک صبر آخر تا بکے یہ خامشی احمق
میاں! ہم سے تو ضبطِ جورِ بے جا ہو نہیں سکتا

پالسی کی ملک میں بھرمار رہنے دیجئے
بادشاہت کیجئے بیوپار رہنے دیجئے

خانۂ دل میں خیالِ یار رہنے دیجئے
اس مکاں میں یہ کرایہ دار رہنے دیجئے

آپ کا عاشق اٹھاؤں نازِ دشمن کے چہ خوش
مجھ سے ڈیوٹی لیجئے بیگار رہنے دیجئے

بیٹھ کر انگلینڈ میں کیجئے وہاں کا انتظام
آرزوئے فارس و تاتار رہنے دیجئے

باعثِ تسکینِ دل ہے سینۂ عاشق میں درد
ڈاکٹر صاحب مجھے بیمار رہنے دیجئے

اللہ اللہ آپ مجھ کو قتل کرنے آئے ہیں
لائیے، رکھ دیجئے تلوار رہنے دیجئے

ہیڈ کر دیجئے عدو کو شہر میں لیکن مجھے
گاؤں کا اپنے ہی چوکیدار رہنے دیجئے

حضرتِ دل منزلِ عشق و محبت دور ہے
تیز چلئے سستیِ رفتار رہنے دیجئے

شیخ صاحب آپ پہ کھلتا نہیں پتلون و کوٹ
بس وہی انگا وہی شلوار رہنے دیجئے

جانتا ہوں آپ کو مجھ سے محبت ہے مگر
بے ضرورت سے زیادہ پیار رہنے دیجئے

مجھ کو اپنا سست رو چھکڑا ہی کافی ہے حضور
آپ اپنی تیز موٹر کار رہنے دیجئے

چشمِ دشمن کو مبارک آئی لوشن کا ڈراپ
مجھ کو اپنی آنکھ کا بیمار رہنے دیجئے

آپ شرما جائیں شاید سن کے میری داستاں
حالِ دل کا مجھ سے استفسار رہنے دیجئے

خاک ابھی ہوتا ہے جل کر خرمنِ امیدِ غیر
آہ کو کچھ دیر شعلہ بار رہنے دیجئے

لوٹ ہی کر چھوڑیئے گا گلشنِ ہندوستاں؟
اس چمن میں کچھ تو برگ و بار رہنے دیجئے

دوڑتا آئے گا احمق آپ کا خط دیکھ کر
اس کو کارڈ بھیج دیجیے، تار رہنے دیجئے

کیا فرمایا، الفت میں ایجان کوئی دستور نہیں — میں تو ہوں مجبور وفا پر آپ اگر مجبور نہیں
عشق کا یہ آئین وفا کا ہرگز یہ دستور نہیں — تم سے ترکِ محبت کر کے زیست مجھے منظور نہیں
سبزہ خطوں کی الفت میں تلخیٔ غم منظور نہیں — زہر بھی کھالوں میں تو مجھ سے ہجر میں کوئی دور نہیں
وصل پہ تم مجبور نہیں ہو زیست پہ ہم مجبور نہیں — تم کو وہ منظور نہیں ہے ہم کو یہ منظور نہیں
جائیے بس رہنے بھی دیجیے مجھ سے اٹھے دشمن کے ناز — عاشق ہوں اے بندہ پرور میں کوئی مزدور نہیں
چارہ گر صحت کا خواہاں ہے تو نمک بھر زخموں میں — مرہم جن پہ کام کرے وہ دل کے مرے ناسور نہیں
ہر ہر وقت اس بت کو اپنے پیشِ نظر ہی پاتا ہوں — دل میں جس کا گھر ہو کوسوں دور بھی ہو تو دور نہیں
توڑ کے اے صیاد قفس کو جا سکتی ہے گلشن میں — گو معذور ہے بلبل لیکن اتنی بھی معذور نہیں
ناز اٹھاؤں جور سہوں شکوہ نہ کروں خاموش رہوں — یہ شرطیں ہیں عاشق ہونگی تو مجھے منظور نہیں
راہ لے اس کوچے کی تڑپا چھوڑ کے مجھکو فرقت میں — سچ تو یہ ہے تجھ سے اے دل یہ بھی کوئی دور نہیں
بے مطلب کون اتنی ریاضت کر سکتا ہے دنیا میں — بالکل جھوٹ کہ تجھکو زاہد خواہشِ قصر و حور نہیں
حشر میں ملنے کا وعدہ کرنے سے وہ گھبرائیں گے کیا — یہ تو انکو یاد رہے عاشق کا نالہ صور نہیں
انڈیا جارج تو اپنے بس بھر سب کچھ کرتے ہیں لیکن — بربادی اسلامیوں کی اللہ ہی [illegible] منظور نہیں

دشمن ہی کو مبارک ہو حرص اعزاز و خطاب احمق
حمداً للہ، شکراً للہ، مجھ کو یہ "ناسور" نہیں

آگرہ ڈسٹرکٹ جیل

(۳)

سامنے سے مدعی کی بزم میں جاتے ہوئے
وہ نکل جاتے ہیں میرے دل کو تڑپاتے ہوئے

کونسل میں شیخ جی پہنچے جو اِٹھلاتے ہوئے
خوف سے شیطان بھاگے ٹھوکریں کھاتے ہوئے

ہیں نگاہِ ناز کے بھی تیر کیا خارا شگاف
پار کر جاتے ہیں سینہ دل کو برماتے ہوئے

میں کوئی ہوّا نہیں جو آپ کو کھا جاؤں گا
آپ گھبراتے ہیں ناحق میرے پاس آتے ہوئے

دیکھیے ان بندروں کی ہیئتِ میمونیت
کیا بھلے معلوم ہوتے ہیں یہ غرّاتے ہوئے

باوجود اس اتقائے خاص کے بھی شیخ جی
بارہا پکڑے گئے ہیں اسکے گھر جاتے ہوئے

آہ سے، شاید تمہیں اس بات کا باور نہ ہو
میں نے دیکھا ہے پہاڑوں کو بھی اُڑ جاتے ہوئے

کیا سُدیشی تارپیڈو میں نہیں اتنا بھی زور
ڈوب جائیں مانچسٹر کے جہاز آتے ہوئے

پاٹ بھی کرتے ہیں پنڈت جی تو گھر میں بیٹھ کر
اب وہ ڈرتے ہیں شوالے میں بھجن گاتے ہوئے

ٹھیر کر دیکھو گے بھی دل کے تڑپنے کا مزا
یا گزر جاؤ گے یونہی تیر برساتے ہوئے

ایسے وعدے سے تو اچھا تھا کہیں انکارِ وصل
دو مہینے ہو گئے ظالم کو ٹرخاتے ہوئے

ضبطِ کونسل نے [illegible]لا ہی دیا ان کا نکال
نذرِ آزر سیٹھ جی کے سب ہی کھاتے ہوئے

ہے محلے میں رقیبوں کے ہمارا بھی مکاں
اُس طرف آ بھی نکلئے گا، ادھر جاتے ہوئے

اسنے جنبش دی لبِ جان بخش کو میں جی اُٹھا
یوں تو دیکھی ہو گی مُردہ تن میں جاں آتے ہوئے

ریل گاڑی میں لکھی ہے ہم نے احمقؔ یہ غزل
فتح گڈھ سے آگرہ کی جیل کو جاتے ہوئے،

خبطِ گیسو ہوا عشقِ رُخِ جاناں نہ ہوا — مجھکو پیچش ہی ہوئی شکر ہے یرقاں نہ ہوا
سوئے ظن غیر کی جانب کسی عنواں نہ ہوا — آدمیت سے گذر کر بھی وہ انساں نہ ہوا
کلمہ گو جو ترا اے رُخِ جاناں نہ ہوا — اہلِ ایماں بھی ہوا وہ تو مسلماں نہ ہوا
صِلۂ قوم فروشی کی تمنّا ہی رہی — مرمٹا شیخ خوشامد میں مگر خاں نہ ہوا
گُل عارض پہ ترے بلبلِ شیدا کی طرح — ایک اُلّو بھی تو کمبخت غزلخواں نہ ہوا
مجھ کو حیرت ہے ترے عہد میں اے دورِ صلیب — کیوں ابھی آرڈرِ ضبطئ قرآں نہ ہوا
لائیں گے اپنی ضرورت کو کہاں سے اشیا — کیا کریں گے اگر امریکہ و جاپاں نہ ہوا
جیل خانے کے چنے جسنے کبھی چاب لئے — پھر وہ صاحب سے مٹن چاپ کا خواہاں نہ ہوا
اہلِ یورپ نے کیا ہے وہ تماشا جو کبھی — آپ کے باپ سے بھی حضرتِ شیطاں نہ ہوا
نہ قفس کی تجھے پروا ہے نہ صیّاد کا خوف — شکر کر زاغ کہ تو مُرغِ خوش الحاں نہ ہوا
چارخانے کا وہ ٹکڑا ابھی ہے کیا خوب کہ جو — دامنِ یار ہوا، میرا گریباں نہ ہوا
لبِ آزر نے کیا مجھکو نہ ممتازِ خطاب — میرے عیسےٰ سے مرے درد کا درماں نہ ہوا
دشتِ وحشت تو مجھے بھول ہی بیٹھا تھا، مگر — تو بھی اے جوشِ جنوں سلسلہ جنباں نہ ہوا
چارہ گر اس لئے روتے ہیں کہ بیمارِ فراق — تختۂ مشقِ خیار بن دسپتاں نہ ہوا

جیل ہے یا یہ کوئی بزمِ ادب ہے احمقؔ

تجھ پہ کچھ بھی اثرِ سختیٔ زنداں نہ ہوا

نزی ہیئت کے نقشے جسکی آنکھوں میں سمائے ہیں — عجب کیا ہے اگر اسنے کبھی بندر نچائے ہیں

اسیرِ دامِ گل کے واسطے پھندے لگائے ہیں — مرے صیاد نے بلبل بھی کیا اُلّو بنائے ہیں

بحمداللہ کہ اس نوانتخابِ بزمِ کونسل میں — جنابِ شیخ نے سب سے زیادہ ووٹ پائے ہیں

مرے زخموں سے آخر کیا رقابت ہے کہ سرجن نے — جہاں مرہم کی حاجت تھی وہاں ٹانکے لگائے ہیں

یہی تو ہیں جو سر نیچا کئے بیٹھے ہیں محفل میں — یہی تو ہیں جنھوں نے عاشقوں کے دل چُرائے ہیں

چمن جب نذرِ صرصر ہونیوالا ہے تو اے بلبل — یہاں یہ گھونسلے کس واسطے تو نے بنائے ہیں

لہو سے تر بتر ہے چپّہ چپّہ خاکِ یوناں کا — سمرنا کی زمیں کے قطرۂ خوں رنگ لائے ہیں

خدا رکھے تجھے اے باغبانِ باغِ حرّیت — زمینِ شورِ ہندوستاں میں کیا پودے لگائے ہیں

وفا کا امتحاں گو سخت تھا لیکن میاں کلّو — خدا کا شکر ہے کالج میں نمبر اوّل آئے ہیں

خدا توفیق دے اصلاح کی ان مادر پٹوں کو — یہی حضرات سارے ملک میں ہلّڑ مچائے ہیں

مزا لُوٹا نہیں گلچینیٔ باغِ محبّت کا — ابھی تک آپ نے ایجان من کوّے اُڑائے ہیں

محبّت میں نہ پوچھو کس طرح گذرے ہیں دن اپنے — خدا ہی جانتا ہے جس قدر صدمے اُٹھائے ہیں

رہا کرتا ہے شعر و شاعری کا رات دن چرچا
مزہ میں ہیں ہم احمق آگرہ میں جب سے آئے ہیں

خداوندا تعلق کچھ تو حُسن و عشق کا کر دے — مجھے بندر بنا دے یا انھیں کو تو گدھا کر دے

کہیں سے مانگ کر دے مول لے کر دے چُرا کر دے — بہر صورت انہیں دل چاہیئے دل کوئی لا کر دے

وطن پر جان دیدے حریت پر سر فدا کردے
جو انساں ہو تو پھر انسانیت کا حق ادا کردے

نگاہِ زہر آلودِ حسیناں اے معاذ اللہ
اگر امرت بھی ہو تو شاید اس کو سنکھیا کردے

بہت قابض ہو خوانِ نعمتِ مغرب کا حلوا بھی
عجب کیا مشق ہضم اسکی سقوطِ اشتہا کردے

مری جانب سے اکثر سوئے ظن رہتا ہے لوگوں کو
ترے قربان اے زاہد مجھے بھی پارسا کردے

وہ گھر جانے کو ہیں لیکن کوئی اتنا نہیں ملتا
جو دو روٹی پکا کر ساتھ ان کے ناشتا کردے

دلِ عاشق فراغت کی جگہ ہے تم جو فرماؤ
وہ اس گھر کو تمہارے واسطے بیت الخلا کردے

سماقِ دہر پر دستِ فلک تثلیث والوں کو
مزہ ہو اس قدر رگڑے ''سفوفِ ترپھلا'' کردے

غضب ہوگی سکون ملک دل میں شورشِ حسرت
نگاہ اسکی نفاذ رولٹ ایکٹ جا بجا کردے

سدھانا بندروں کا اے قلندر سخت مشکل ہے
انھیں روٹی کا اک ٹکڑا ابھی دو گھنٹے نچا کردے

وہ کچھ باتیں بنا کر دل مرا لیجانے والے ہیں
الٰہی دو گھڑی کے واسطے مجھکو گدھا کردے

فقیرِ عشق بنکر ان پہ قابو پالیا میں نے
وہ ڈرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو یہ بد دعا کردے

امیدِ شیخ کے غنچے الٰہی پھول ہو جائیں
ہوائے حسرتِ آز کہیں کارِ صبا کردے

جلائے عشق اکبر اتنا بھی تجھ سے ہو نہیں سکتا
مرے دل کو کسی کی آرسی کا آئنہ کردے

محبت اور اس بیہودگی، بس چپ رہو احمق
وہ سُن پائے کہیں یہ بات تو آفت بپا کردے

مدِ نظر ہے دل بس اسی کا یہ پیار ہے
ورنہ وہ چشم بوزنہ وش کس کی یار ہے

تیرے فراق میں عجب اک انتشار ہے
دل کو سکون ہے نہ جگر کو قرار ہے

جب سے مجھے تصوّرِ گیسوئے یار ہے — شپّر کی طرح نورِ سحر ناگوار ہے
دل انکی تاک میں ہے وہ ہیں دل کی گھات میں — یہ عشق کیا ہے معرکہ گیر و دار ہے
ٹھوکر تری عدو ہی کو ہو وجہ ڈسگریس عہ — میرے لئے تو باعثِ صد افتخار ہے
اللہ رے پاسبانِ درِ دوست کا ادب — گویا وہ کوئی عابدِ شب زندہ دار ہے
جب کوئی اونٹ دیکھتا ہے قیس دور سے — چلّاتا ہے کہ وہ مری لیلیٰ سوار ہے
اسکی ہر اک نگاہ مرے دل کے واسطے — خنجر ہے، نیمچہ ہے، چُھری ہے، کٹار ہے
دشمن کو شب میں گھر پہ سُلایا نہ کیجئے — بندہ نواز! اس کے لئے اشتہار ہے
غیرِ کمینہ وش کی نجابت بھی کھُل گئی — معلوم ہو گیا کہ وہ کھوسٹ چمار ہے
مجھکو بھی مرگِ غیر کا افسوس ہے۔ مگر — کیا کیجئے، مشیّتِ پروردگار ہے
کیا نازکی ہے او بُتِ اسلام کش تری — تکبیر زیرِ لب بھی سماعت پہ بار ہے
مصراعِ قدِّ یار میں تعقید کو زلیشت — برجستہ ہے اگرچہ ذرا ناگوار ہے
خاکِ وفا ہے اور گدھے ہیں رقیب کے — کیا پائمالِ جور ہمارا مزار ہے
دل جمع کر کے صیغۂ الفت میں قیس شوق — لیسنس وصلِ یار کا امّید وار ہے
ہر بوم و شپّر و زغن و زاغ و فاختہ — صیّاد! تیرے تیرِ نگہ کا شکار ہے

احمق مجھے خجندی و عارف کی وجہ سے
زندانِ آگرہ چمنِ پُر بہار ہے

عہ توہین۔ ہتک۔

چلا ہے اودلِ کونسل طلب کیا شادماں ہوکر　　زمینِ کوئے آرزو رنج دے گی آسماں ہوکر

گُلِ نوخاستہ پامالِ جورِ باغباں ہوکر　　رہے گا میز پہ گلدستۂ باغِ جناں ہوکر

متاعِ جانِ عاشق لوٹتے ہو پاسباں ہوکر　　مریجاں مُلک میں ڈاکا نہ ڈالو حکمراں ہوکر

جنابِ شیخ کی دستار ہے یا دامنِ تقویٰ　　کوئی شئے میکدے میں اُڑ رہی ہے دھجیاں ہوکر

ہمارے قطرۂ خوں زیبِ عنوانِ وفا ٹھہرے　　رہے افسانۂ عشق و جنوں کی سُرخیاں ہوکر

شبِ وعدہ یہ کیا معلوم تھا یوں آدھمکیُگا　　رقیبِ روسیہ کے ساتھ مرگِ ناگہاں ہوکر

لڑکپن ہی میں جنکو دل چُرا لینے کی عادت ہے　　ڈکیتی پر اُتر آئیں گے شاید وہ جواں ہوکر

کوئی نامہرباں ہوکر بھی اتنا کر نہیں سکتا　　کیا ہے آپنے جو بندہ پرور مہرباں ہوکر

ہوائے شوقِ آزادی کے جھونکے یہ بتاتے ہیں　　رہیگی سرزمینِ ہند باغِ بے خزاں ہوکر

کبڈی اور اکھاڑے کی بدولت جیلخانہ سے　　اسیرانِ وطن نکلیں گے اِکدن پہلواں ہوکر

تماشا ہے بابِ ہند بنتی یہ مغربی گڈے　　مری آنکھوں میں رہنا چاہتے ہیں پتلیاں ہوکر

زمیں کے رہنے والوں کے لئے گویا ضروری ہے　　رہیں گے پائمالِ گردشِ ہفت آسماں ہوکر

مرا دل اور ان کی آرزو یوں ہیں بہم، گویا　　رہیں دو آدمی باقاعدہ بی بی میاں ہوکر

تعجب ہے، مری آہیں فلک تک جا پہنچتی ہیں　　ضعیف و خستہ و زار و نزار و ناتواں ہوکر

ہزاروں بیگناہوں کی لحد کھدوا کے دم لیں گے　　کسی کی زلف کے پھندے، گلوں کی پھانسیاں ہوکر

تری حسرت ترے عاشق کی وجہِ زندگی ٹھہری　　کبھی تسکینِ دل بن کر کبھی آرامِ جاں ہوکر

وہ کیا آتے مگر ہاں آگئیں ان کے تصوّر میں　　دمِ آخر کچھ آہیں لب پہ اپنے ہچکیاں ہوکر

مرے گھر آکے اُن کو یہ سبق تو مل گیا ہوگا ؎ نہ جائینگے کہیں وہ بے بلائے میہماں ہوکر
ہزاروں تیر برسائے کلیجے پر بڑھاپے میں غضب ڈھایا ترے قدِ خمیدہ نے کماں ہوکر

بسنتی رنگ میں ڈوبا ہوا ہر شعر احمق کا
ہنسا دیتا ہے روتوں کو بھی کشتِ زعفراں ہوکر

برٹش کی حکومت میں ہی انصاف کا دربند کہتا ہے جو سچ بات وہ ہوتا ہے نظر بند
ساقی نے جو بھیجے ہیں مجھے شیشۂ سربند کیفیتِ میخانۂ الفت سے ہے مگر بند
دشمن کے لئے جب سے ہوا فتح برگ فاسٹ عاشق پر اسی روز سے ہے بابِ ڈنر بند
تثلیث کے ہاتھوں یہ تعجب تو نہیں ہے توحید کی تعلیم بھی ہو جائے اگر بند
اک پردہ نشیں جب سے کرائے پہ ہے اس میں ؎ رہتا ہے مرا خانۂ دل آٹھ پہر بند
سر پیٹتی پھرتی ہے ترے جور کی فریاد ؎ دروازۂ انصاف و عدالت ہی مگر بند
کس درجہ پشیمان ہوئے ہیں وہ سر بزم پاجامے میں اتنا بھی نہ بودا ہو کمر بند
سجدے ہیں یہی گر ترے نقشِ کفِ پا کے ڈر ہے کہ نہ ہو جائے تری راہِ گزر بند
میخانہ کا دروازہ تو وا ہے ابھی اے شیخ کس طرح یقیں آئے کہ ہے توبہ کا در بند
ہم کو یہ خبر کیا تھی کہ ہم مثلِ عنادل ہو جائینگے یوں فصلِ گل آتے ہی نظر بند
شب ہم کو کسی طرح بسر کرنی ہے ساقی مسجد میں چلے جائینگے میخانہ ہے گر بند
ہے ڈاک پہ کیا سنسرِ قبلہ کی عنایت آتا نہیں اب کوئی لفافہ مرا سر بند
اب چاشنیٔ شربتِ آزر نہ ملے گی سنتے ہیں کہ ہوتی ہے ولایت کی شکر بند

ہوتے ہیں جو محبتِ کامل کے فدائی — رہتے ہیں وہ محبوس، گرفتار، نظربند
تم ہاتھ نہ سینے سے ہٹاؤ کہ مری جاں + مشکل سے ہے اس وقت مرا دردِ جگر بند
جب ہجر میں تڑپا یہ ندا آئی فلک سے + ہے تیری دعاؤں پہ ابھی بابِ اثر بند
صیاد کا بچپن بھی غضب ہے کہ چمن میں — بلبل کی جگہ زاغ و زغن ہوتے ہیں پر بند

احمق کی زباں بند کرو، ورنہ برابر
وہ جیل میں لکھے گا غزل رہ کے نظربند

اِک زمانہ ہو گیا دل کی تمنا دل میں ہے — مدتیں گزریں کہ یہ لیلیٰ اسی محمل میں ہے
شیخ کا سا مفلس و قلّاش بھی کونسل میں ہے — حیف اسپر جو ابھی اس سعیِ بے حاصل میں ہے
میری اس عزت کا خاکہ جو عدو کے دل میں ہے — مارشل لا میں ہے یا تھوڑا سا رولٹ بل میں ہے
جسکو ہوگا اسکو ہوگا جان کے جانے کا رنج، — ہم تو خوش ہیں سر ہمارا دامنِ قاتل میں ہے
ایک ہی مجنوں کو لیلیٰ ہو کہ لیلیٰ کا خیال + بات صرف اتنی ہے وہ محمل میں ہے یہ دل میں ہے
غیر ہی کو صوتِ ماضی پر مبارک ہو یہ رقص — حالِ وجد اپنا تو پنہاں لحنِ مستقبل میں ہے
اپیل کیشن ہماری داخلِ دفتر ہوئی + غیر کی درخواست سنتے ہیں ابھی فائل میں ہے
اب دمِ بسمل تڑپنے کی ملیں گی لذّتیں — مژدہ باد اے دل نمکداں بھی کفِ قاتل میں ہے
نمبری فتوے جہاں ہوتے ہیں ٹائپ وہ مشین — دارالافتائے جنابِ ”ایس پی بائل“ میں ہے
دل کی قیمت چار پیسہ بھی نہیں لگتی وہاں + ایک پیالی چائے کی حسرت بھی اب تک دل میں ہے
ہائے وہ کہنا کسی کا سُن کے میرا مدّعا — تم سے ناحق ہم نے پوچھا کیا تمہارے دل میں ہے

بھک سے اُڑ جائے نہ آخر قصرِ تعمیرِ عراق
اِک موادِ اشتعال انگیز بھی موصل میں ہے

غیر سے یوں دیکھنے والے کسی کے سر کی چوٹ
زخم وہ بھی تو ذرا دیکھیں جو میرے دل میں ہے

اے قضا فرصت ہے آنا چاہیئے تجھ کو ابھی
درج پٹواری حساب ایکڑ و دسمل میں ہے

قحط کا غم، نوکری کی فکر، بچوں کا خیال
سچ تو یہ ہے بھائی صاحب زندگی مشکل میں ہے

آپ چاہیں تو نکل سکتی ہے دل کی آرزو
آپ نے مشکل ہی رکھا ہے تو وہ مشکل میں ہے

رخنہ گر قسمت نہ ہو تیری تو لیلیٰ کا جمال
دیکھ او مجنوں کہ روزن پردۂ محمل میں ہے

ہے کئی پشتوں سے حاصل اس کو اعزازِ وفا
مدتوں سے یہ خمیرِ احمق کی آبِ گل میں ہے

میرے نالوں سے آشنائی کی
شامت آئی ہے نارسائی کی

رات اور رات بھی جدائی کی
عمر نے آج بے وفائی کی

یاس کی بے طرح صفائی کی
شوق نے کیا ہی موپلائی کی

محشرستانِ غم ہے دل میرا
کس کی آنکھوں نے فتنہ زائی کی

عشق تجھ سے نہیں کیا میں نے
بلکہ بندر سے آشنائی کی

کہہ رہا ہے یہ آپ کا انکار
نوبت آئے گی ہاتھا پائی کی

عمر گذری قفس میں اے صیاد
اب کسے آرزو رہائی کی

کشتیٔ دل کی بحرِ آز میں
لاٹ صاحب نے ناخدائی کی

جوتے کھائینگے صورتِ نمرود
ہے جنھیں آرزو خدائی کی

رُخ تقویٰ ہے اور غازہ مکر — گت بنی خوب پارسائی کی
ہائے تقریبِ وصل کیا ہوگی — انکو عادت نہیں مٹھائی کی
۴ وہ جنازے پہ میرے کہتے ہیں — اب کہو کس نے بے وفائی کی
دل کیا ہم نے نذرِ لارڈ جارج — کیسے کھوسٹ سے آشنائی کی
مُنڈ گیا جا کر اس کے کوچے میں — کیا حجامت ہوئی ہے نائی کی
سجدے کرتے ہیں غیر اُس در پر — قدر کھوتے ہیں جبہ سائی کی
سچ تو یہ ہے کہ شیخ جی تم نے — ناک کاٹی ہے پارسائی کی

جیل کے بعد پھر کہاں احمقؔ
صحبتیں جوزف وِڈسائی کی

سو منتیں اور ایک پیالہ شراب کا — یارب بُرا ہو ساقیِ خستہ مآب کا
یہ شکلِ زشت اور یہ تقاضہ نقاب کا — اللہ حافظ آپ کی شرم و حجاب کا
ہندوستاں میں دَور نئے انقلاب کا — احسان ہے ترے کرمِ بے حساب کا
بچپن ہی میں جب اتنے ہیں عاشق حضور کے — گزرے گا کس طرح سے زمانہ شباب کا
اس عہد میں فرشتہ صفت ہی وہ آدمی — ہے جس کے سر پہ بھوت حصولِ خطاب کا
آنکھوں نے رو کے نام ہی بالکل ڈبو دیا — گنگا کا، گھاگرا کا اٹک کا چناب کا
ہوں محوِ یادِ مصحفِ عارض کچھ اس قدر — کہنے لگے ہیں سب مجھے کیڑا کتاب کا
کب قابلِ ستائش اُلفت ہی حُسنِ یار — اِک شعبدہ تھا شوخیِ رنگِ نقاب کا

یہ مُلکِ دِل میں شورشِ رنج و غم و محن — در اصل پیش خیمہ ہے اک انقلاب کا
اتنا غرور ہو کے جواں اے تری پناہ — اب تو مزاج ہی نہیں ملتا جناب کا
شیخ اشتہار بانٹتے پھرتے ہیں شہر میں — نیلام ہونے والا ہے ٹھیکا شراب کا
کیوں ہو رہے ہیں اہلِ خرابات لوٹ پوٹ — ساقی کی توند ہے کہ ہے مٹکا شراب کا
شیرینیٔ وفا نے مزا تلخ کر دیا — گُڑ کا، شکر کا، قند کا، مصری کا راب کا
میر ڈھوا جو آرزوئے وصلِ یار سے — گھر بس گیا مرے دلِ خانہ خراب کا
سقمونیا ہے ترکِ تعاون کے مسہلات — سَودا نکال دیں گے حصولِ خطاب کا
اربابِ حل و عقد حکومت کی پالسی — کھوتی ہے خود دلوں سے اثر رعب و داب کا
وہ دن بھی خوب تھے کہ جب اے حسن مس فروش — سکّہ رواں تھا تیرے نظامِ شباب کا
طرزِ تبسّم اس کا اڑا اتنا اگر نہ وہ — غنچہ چٹک کے پھول نہ بنتا گلاب کا

احمق پہ ان کی سحر نگاہی کا کیا اثر
طالب وہ جاہ کا نہ وہ خواہاں خطاب کا

پیری میں بھی جفا کی وہی آن بان ہے — پہلے جو تیر تھا تو وہ قد اب کمان ہے
دورِ سبو ہے اور وہ یوں بے تکان ہے — گویا جنابِ شیخ کے گھر کی دُکان ہے
برچھی میں دھار ہے نہ سروہی پہ سان ہے — کیا ہو مجھے خوشی کہ مرا امتحان ہے
آیا تھا کیوں زباں پہ مری ان کے سامنے — وہ حرفِ آرزو کہ اب اک داستان ہے
تیرے بغیر جب ہو مری زندگی محال — پھر اس میں کیا غلط ہے کہ تو میری جان ہے

مطلب یہ ہے کہ میں تو جلوں وہ ہو سُرخرو ط سگرٹ مجھے ہے اور رقیبوں کو پان ہے
باقی رہی نہ خاک بھی پامالِ جَور کی شاید زمینِ کوئے بتاں آسمان ہے
اے حُسن بارِ حرمتِ ناموس چاہیئے ط تیری طرف سے عشق بہت بدگمان ہے
ممکن نہیں کہ بارِ عیادت اُٹھا سکے تیرا مریضِ ہجر بہت ناتوان ہے
اُس چشمِ مست پہ بھی پکیٹنگ ہے لازمی ط وہ بھی تو اک کھلی ہوئی مَے کی دکان ہے
مجھ کو دکھا کے غیر پہ ہیں مہربانیاں ط اچھا تو یہ کہو کہ مرا امتحان ہے
اللہ ری حسرتیں دلِ آزر پرست کی صاحب بہادروں کی بھی آفت میں جان ہے
ذلت اٹھا کے غیر وفادار بن گیا ہلدی جو پس گئی ہے تو اب زعفران ہے
اعزاز بھی خطاب بھی بسکٹ بھی چاء بھی سچ پوچھیے تو غیر بڑا بھاگوان ہے
اے عالمِ تصوّرِ گیسو خدا گواہ تو اپنے قیدیوں کے لئے "انڈمان" ہے
کس نے کہا تھا حضرتِ دل اسکو چاہیئے اب کیا کرے کوئی جو مصیبت میں جان ہے

احمق کو جورِ چرخ کا شکوہ نہیں کہ اب
اس پہ جفائے یار بہت مہربان ہے

ظلم و جفائے یار کا خوگر بنائیں گے ہم دل کو ہو سکے گا تو پتھر بنائیں گے
جو اپنے دل کو طالبِ آزر بنائیں گے دوزخ میں گھر وہ اپنا مقرّر بنائیں گے
کچھ تو پیامِ شوق کی تقریب اُس سے ہو ہم اپنے مرغِ دل کو کبوتر بنائیں گے
تولیں گے موتیوں میں غمِ ہجرِ یار کو ط ہم قطرہ ہائے اشک کو گوہر بنائیں گے

صاحب بہادروں سے بہت بھاگتا ہے دل
اب اسکو ڈیم فول کا خوگر بنائیں گے

تہذیبِ مغربی کا اشارہ یہ مجھ سے ہے
ہم آدمی سے اب تجھے بندر بنائیں گے

اے ہجرِ یار مار کے تجھکو مریں گے ہم
+ تیری بھی تربت اپنے برابر بنائیں گے

اہلِ پولیس کو ہے مری فکر کس لئے
کیا پھر وہ جعل اب کوئی مخبر بنائیں گے

سی آئی ڈی کی خدمتِ دیرینہ کے عوض
سی آئی ای وہ ہمکو مقرر بنائیں گے

شیرینیٔ وفا کی ہے بہتات اگر یہی
حلوہ فروش گڑ کو بھی شکر بنائیں گے

کشتہ کیا ہے حسرتِ پابوس ہیں جسے
کیوں اسکی کھال کا وہ سلیپر بنائیں گے

دل کو توسیلِ اشکِ رواں نے ڈبو دیا
ان سے کہو کہ اب وہ کہاں گھر بنائیں گے

بُت کچھ خدا نہیں کہ ہمیں انکا خوف ہو
آخر یہ کیا کسی کا بگڑ کر بنائیں گے

تعزیر اگر نہ دیں گے مجھے جرمِ عشق پر
وہ فول اور فلش تو مقرر بنائیں گے

ہے بزمِ مے میں حاجتِ اربابِ زہد بھی
ہم اس کلب کا شیخ کو ممبر بنائیں گے

مجھکو یہ کیا خبر تھی کہ آپ اے جنابِ عشق
یوں ابتدا ہی میں مرے دم پر بنائیں گے

اُمید ہے کہ حسرتِ آزر کی قبر بھی
احباب میرے میری برابر بنائیں گے

احمق ہے جیل خانہ بھی کیا لطف کی جگہ
ہم اس میں کانگریس کا دفتر بنائیں گے

محبت میں روا کیا، ناروا کیا
دل آیا جب تو پھر اچھا برا کیا

مری حالت سے ان کو واسطا کیا
وہ کیا جانیں وفا کیا ہے جفا کیا

میں اور دل تم کو دیدوں یہ کہا کیا   ط عدو کی طرح ہوں میں بھی گدھا کیا
مری کشتی ہے بے پروائے ساحل   تلاطم خیزیٔ بحرِ فنا کیا
سوالِ وصل پہ مارو عُدو کو   یہ اس اُلّو کے پٹھے نے کہا کیا
جسے تم مُدّعی سمجھو بھلا وہ   کرے تم سے بیانِ مُدّعا کیا
نوازشہائے آنز دیکھتا ہوں   شکایتہائے بٹلر کا گلا کیا
سب اس کی قدر دانی ہے وگرنہ   مرا دل کیا ہے دل کا مدّعا کیا
بڑے صاحب نے پوچھا ہے ہمیں آج   نہ پوچھو اب ہمارا پوچھنا کیا
ہمارا دل ہے ہم چاہیں جسے دیں   ط میاں ناصح تمہارے باپ کا کیا
نہ پوچھو میں تمہیں کیوں چاہتا ہوں   یہ پوچھو میں نے دیکھا تم میں کیا کیا
چلے کالج سے پہنچے کونسل میں   ہماری ابتدا کیا انتہا کیا
تم اپنے دست و بازو کو سزا ہو   ہماری سخت جانی کا گلا کیا
مرے خط کے عجب معنی تراشے   لکھا کیا تھا رقیبوں نے پڑھا کیا
مجھے دیکھو رقیبوں پہ نہ جاؤ   نہیں دُنیا میں اب اہلِ وفا کیا

جنھیں ملتی ہے پنشن ان کو احمق
خیالِ پُرسشِ روزِ جزا کیا

ہمارے دل کا کوئی قدر داں نہیں ملتا   یہ اونٹ وہ ہے جسے سارباں نہیں ملتا
جہاں میں امن و اماں کا نشاں نہیں ملتا   بشر کو چین تہِ آسماں نہیں ملتا

کچھ ان کو اپنی جفاؤں پہ غیرت آئی ہے ـــ تو ڈوبنے کے لئے اب کنواں نہیں ملتا
قفس سے ہو کے رہا مرغِ آشیاں برباد چمن کو ڈھونڈھتا ہے اور نشاں نہیں ملتا
رقیب ہی کیلئے ہے یہ چائے اور بسکٹ ـــ ہمیں تو پان بھی اے میری جاں نہیں ملتا
جگر پہ تیرِ ستم کھانے کی تمنّا ہے ستم یہ ہے کوئی ابرو کماں نہیں ملتا
اسی طرح وہ مرا دردِ عشق سُن لیتے مگر مجھے کوئی افسانہ خواں نہیں ملتا
نکل کے گھر سے مرے اب یہ حال ہے کہ انھیں تلاش پر بھی کوئی قدرداں نہیں ملتا
اب آئی ہے مری باری تو قتلگہ میں انھیں غضب یہ ہے کوئی خنجر رواں نہیں ملتا
ہمارے بعد یہ کیا ہو گیا کہ دنیا میں کہیں بھی مہر و وفا کا نشاں نہیں ملتا
جبینِ ناصیہ فرسائے جی حضوری کو درِ خطاب! ترا آستاں نہیں ملتا
نہیں ہیں چشمِ حقیقت سے دیکھنے والے وگرنہ وہ بُتِ کافر کہاں نہیں ملتا
وہ مرگِ غیر پہ اظہارِ غم کریں کس طرح کرائے پر بھی کوئی نوحہ خواں نہیں ملتا
میں قیس ہوں کہ اٹھاؤں ترے شترِ غمزے عبث مزاج ترا ساربان! نہیں ملتا

سُنا ہے جاتے ہیں اب آگرہ سے فیض آباد
سکوں ہمیں کبھی "احمق میاں" نہیں ملتا

میرے دل پر اک عجب حیرت کا عالم کر دیا ان نگاہوں نے یہ کیسا مسمریزم کر دیا
اضطرابِ دردِ فرقت نے یہ عالم کر دیا ہجر کی شب مجھ کو اِک برقِ مجسّم کر دیا
دیکھئے جس کو لئے آتا ہے بہرِ نذرِ دل ـــ چاہنے والوں نے انکا ناک میں دم کر دیا

رہ گیا قاتل بھی ششدر منہ ہمارا دیکھ کر
اس طرح مقتل میں ہم نے امتحاں جم کر دیا

میرے نامہ کا تو مطلب صاف و واضح تھا مگر ط
پڑھنے والوں نے پڑھا ایسا کہ مبہم کر دیا

کیا بُری شے ہے رعونت بھی، ہزاروں آدمی
تھے، کہ جنکو اس نے شیطانِ مجسّم کر دیا

اس خطا پر یعنی میں نے کیوں کیا اظہارِ عشق ط
اس قدر مارا مجھے اس نے کہ بے دم کر دیا

تو نے اے عشقِ زنخداں ہو کے ارزاں سچ یہ ہے
سیب جیسی چیز کو ہم نرخِ شلجم کر دیا

مشتبہ ہیں کیا مرے جانب سے اب بھی میرے دوست ،
اب تو میں نے اس جگہ کا بیٹھنا کم کر دیا

کیا قیامت کی یہ تو نے شوخیٔ رفتارِ ناز ط
عاشقوں کو پائمالِ جورِ پیہم کر دیا

شیخ جی اس میں تہجّد کی کرامت کچھ نہیں
پانیر نے آپ کو مشہورِ عالم کر دیا

ملزمِ الفت اگر میں تھا تو مجھ کو مارتے
آپ نے راشن مرا کس واسطے کم کر دیا

کام آئی عاشقوں کی اُنکے دریوزہ گری
کچھ دنوں کے واسطے آٹا فراہم کر دیا

کم نہ تھا یونہی مراق اپنا کہ تو نے اے صبا
اور بھی کچھ گیسوئے پیچاں کو برہم کر دیا

ہنس پڑیں بے ساختہ سنکر جسے اہلِ مذاق
لیجئے احمق نے وہ ساماں فراہم کر دیا

کیمپ میں بھی میں رہا کرتا ہوں دفتر کے سوا
گالیاں بھی مری قسمت میں ہیں ٹھوکر کے سوا

حرصِ کوثر ہو تو دوزخ میں جلوں اے ساقی
مجھکو کچھ اور نہیں چاہیئے کنٹر کے سوا

نامۂ یار کا مشکل ہے پہنچنا مجھ تک
تاک میں غیر بھی ہیں حضرتِ سنسر کے سوا

اور ہی کچھ ہے طبیبو! مرضِ غم کا علاج
کاہو و خطمی و بابونہ و اذخر کے سوا

اور تھا کیا مجھے پالش کا صلہ کیا ملتا
حضرت بوٹ کی سرکار سے ٹھوکر کے سوا

وہ مرے دل سے جو نکلیں تو کہاں جائیں کہ اب
دوسرا گھر بھی نہیں ہے انہیں اس گھر کے سوا

دل اگر دے تو نہ دے مجھکو خدا کچھ دل میں
خواہش ممبری و کونسل و آنر کے سوا

لکھ پتی ہو تو کرے ان کی محبت کا خیال
جانتے ہی وہ نہیں کچھ طلبِ زر کے سوا

حُسن فیشن کیلئے اسکی ضرورت بھی ہے سخت
حُسنِ صورت بھی ہو کچھ ٹائی و کالر کے سوا

یہ مزید انکی عنایت ہے کہ عاشق سے وہ اب
مِل لیا کرتے ہیں بدھ کو بھی سینچر کے سوا

بسکہ گرداب میں ہے کشتی آئیں شکنی
ناخدا کون بنے حسرت و جوہر کے سوا

جن دماغوں میں بسی ہے نئی تہذیب کی بو
عطر کیا بھائیگا اب انکو لونڈر کے سوا

وہی صورت وہی عادت وہی نقشہ وہی رنگ
کس سے تشبیہ انھیں دیجئے بندر کے سوا

بس وہیں بیٹھ کے فرمائیں گے تلقینِ صلوٰۃ
شیخ جائیں گے کہاں بزمِ مزعفر کے سوا

عمر بھر ناصیہ فرسائے درِ دیر رہا
برہمن کو نہ ملا خاک بھی پتھر کے سوا

سخت ہے مسئلۂ ہند کی گتھی احمق
کون سلجھائے اسے ناخن خنجر کے سوا

دلِ شیخ محوِ مناجات ہے
شبِ لیلۃ القدر کی رات ہے

خیال اسکے گیسو کا دن رات ہے
ہمیں جیل میں بھی حوالات ہے

مری اس قدر کیوں مدارات ہے
مگر اسمیں بھی کچھ نہ کچھ گھات ہے

اُلٹنے کو ہے مدعی کی بساط
بس اب ایک ہی چال میں مات ہے

وہ کہتے ہیں پچھلے ستم بھول جاؤ | یہ اچھی تلافیٔ مافات ہے
کسی طرح کاٹے سے کٹتی نہیں | قیامت کا دن ہجر کی رات ہے
وہ کھلجائیں گے چار چھ بار میں | ابھی ان سے پہلی ملاقات ہے
عدو نے کہا ہے جو کچھ آپ کو | کہوں کیا بڑے شرم کی بات ہے
وہ کیوں آج ہیں اس قدر مہرباں | خدا جانے یہ آج کیا بات ہے
نہیں کوئی بدخواہِ ملک و وطن | مگر جن کو حرصِ خطابات ہے
وہاں چھپکے جاتا ہے غیر اس طرح | جو دیکھے یہ سمجھے مسمّات ہے
ہمیشہ رہا مورد ظلم، عشق | ترے عہد میں کیا نئی بات ہے
امامت بھی اب ممبری ہو گئی | یہاں بھی گورمنٹ کا ہات ہے
برہمن ہی سے کیجئے عشق اب | بُتوں سے تو ترکِ موالات ہے

بہت دن سے آیا نہیں گھر سے خط
نہ معلوم احمق یہ کیا بات ہے

ہنگامہ زارِ شوق دلِ زار ہو گیا | کیا دفعتہً یہ اے نگہِ یار ہو گیا
اس درجہ محوِ لذّتِ آزار ہو گیا | احساسِ دردِ دل مجھے دشوار ہو گیا
سارے جہاں کا حال زمانہ کی داستاں | خط کیا ہوا رقیب کا اخبار ہو گیا
یوسف کے دم سے گرمیٔ بازار تھی، مگر | تو آکے اور رونقِ بازار ہو گیا
ان کا غبار خاک نشینانِ عشق سے | اتنا بڑھا کہ بیچ میں دیوار ہو گیا

غیر اور ضبطِ رازِ محبت محال تھا　　آخر وہ جان دینے کو تیار ہو گیا
ہم جانتے تھے سہل ہے مرنا مگر نصیب +　　وہ بھی فراقِ یار میں دشوار ہو گیا
یورپ میں پالسی کا خزانہ تھا جس قدر　　نذرِ عراق و فارس و تاتار ہو گیا
تاکیدِ ناز اٹھانے کی کیوں ہے رقیب کو　　بندہ نوازِ عشق بھی بیگار ہو گیا؟
خوش ہوں کہ عشقِ زلف کی عزت تو بڑھ گئی　　گو سترہ الف میں گرفتار ہو گیا
اِک گلبدن کے عشق میں کھائے ہیں اتنے داغ　　سینہ ہمارا غیرتِ گلزار ہو گیا
جو کچھ تھا نقدِ زہد و ورع شیخ جی کے پاس　　سب آج نذرِ قشقہ و زنار ہو گیا
فرقت بھی کیا بلا ہے کہ دل سا عزیز دوست　　دشمن سے بڑھ کے جان کو آزار ہو گیا
کہتے ہو مدعی پہ نہیں چشمِ التفات　　یہ تو صریح ظلم سے انکار ہو گیا
جاگیرِ نجد کام ہی آئی کہ آخرش　　مجنوں کا خاندان زمیندار ہو گیا
ساقی کی ایک آنکھ کا اعجاز تھا کہ میں　　بس ایک ہی پیالہ میں سرشار ہو گیا
لکنت نے خوب کام بنایا دمِ وصال ـــ　　انکار کرنے والے تھے اقرار ہو گیا
کیا پوچھتے ہو اس نگہِ نیم باز کو　　اِک تیر تھا کہ دل کے مرے پار ہو گیا

احمق امید کس سے محبت میں کیجئے
دل بھی جب اپنا اسکا طرفدار ہو گیا

شکلِ آرز نظر نہیں آتی ـــ　　میری امید بر نہیں آتی
کیا سبب ہے کہ اسکے کوچے سے　　میرے دل کی خبر نہیں آتی

قدِ موزوں کو جانتا ہوں مجبور — شاعری مجھکو کر نہیں آتی

سچ تو یہ ہے کہ آپکو سچ بات — حضرتِ پانیر! نہیں آتی

بایں صدسالگی بھی زاہد کو + نیند ابھی رات بھر نہیں آتی

ہم اسے دیکھتے ہیں آٹھ پہر — جس کی صورت نظر نہیں آتی

کیمپ کے بھی نہیں ہیں ہم کہ ہمیں — چاپلوسی بھی کر نہیں آتی

پڑھتے ہیں کالجوں میں ساری عمر — قابلیّت مگر نہیں آتی

شکل اس کی ذرا نظر آجائے — ایسی صورت نظر نہیں آتی

دیکھئے شامِ ہجر کے غمزے — کہ کبھی میرے گھر نہیں آتی

شیخ کی طرح وعظ فرما کر — مجھ کو جیب اپنی بھر نہیں آتی

دِلدہی جانتے ہیں غیروں کی — دلبری میری کر نہیں آتی

ٹھوکریں کھا کے بھی مری تقدیر — کیا ہے جو راہ پر نہیں آتی

زخمِ دل کی بھی دیکھ بھال تجھے — ابھی اے چارہ گر نہیں آتی

کیا سبیلِ معاش ہو احمق
جیب ہم کو کتر نہیں آتی

دُور دُورا ہے چمن میں ظلم و استبداد کا — خوب اُلّو بولتا ہے اندنوں صیّاد کا

سُن کے نالہ عندلیبِ آشیاں برباد کا — قہر ہو جائیگا بھر آیا جو دل صیّاد کا

جاؤ جاؤ مُنہ نہ کھلواؤ مری فریاد کا — ورنہ پھر شکوہ کروگے شکوۂ بیداد کا

فکر اسے گلچیں کی ہے کھٹکا اسے صیّاد کا — کون پُرساں ہے چمن میں بلبلِ ناشاد کا
سُن بھی لو اظہار میرے نالۂ و فریاد کا — حشر پر کیوں چھوڑتے ہو فیصلہ بیداد کا
بھول جانا مہر و الفت یاد رکھنا ظلم و جور — واہ کیا کہنا تری اس بھول کا اس یاد کا
یہ بھی ان سے ہو نہیں سکتا کہ مرگِ غیر پر — پاس کر دیں اک رزولیوشن مبارکباد کا
"بارغ پالیسی" بنا کر حضرتِ ریڈنگ نے — سچ تو یہ ہے نام روشن کر دیا شداد کا
یہ بتاتا ہے کہ ہند آزاد ہونے کو ہے اب — قید میں ہونا جناب بوالکلام آزاد کا
بلبل اور اُلو میں کر سکتا نہیں کچھ امتیاز — کیا قیامت ہے لڑکپن بھی مرے صیّاد کا
صبح سے تا شام رو رہا ہوں اکیلا بیٹھ کر — آج میں نے اٹھ کے مُنہ دیکھا تھا کس ناشاد کا
جس قدر عزت اسیرِ زلف کی زنداں میں ہے — احترام اتنا تو ہو سُسرال میں داماد کا
دیکھ کر ایوانِ کونسل کی نمود و کبر و زور — پھر گیا آنکھوں میں نقشہ جنّتِ شداد کا
دید کے قابل ہے نظارہ فضائے ہند میں — گردشِ صد آسمانِ ظلم و استبداد کا
پسینے آئی ہے تربت میں مجھے سختیِ گور — لاٹ صاحب کی دہائی وقت ہے امداد کا
مدعی کے سر میں شاید آج خارش ہے کہ آج — کرکے اظہارِ وفا طالب ہو ان سے داد کا
ہو جنازہ مغربی تابوت ہی کے ساتھ ساتھ — حسرتِ تاتار و شام و بصرہ و بغداد کا
جب قفس میں نو اسیرِ بوستاں داخل ہوئے — غل مچایا ہم صفیروں نے مبارکباد کا
مٹ گیا جب دل محبت میں مزا جاتا رہا — دوستی کا دشمنی کا لطف کا بیداد کا
ہم صفیروں کی جدائی شاق ہو جاتی مگر — ہے چڑیماروں کے ٹولے میں مکاں صیّاد کا

ختم ہونے کو ہیں احمق دوستوں کی صحبتیں
آگرے سے کوچ ہونے کو ہے فیض آباد کا

کیوں جیل میں نہ ہر سو نعرے لگیں خوشی کے، — درشن ملے ہیں قسمت سے "رام داس جی"ع کے
صدمے اٹھا رہے ہیں تلخیٔ زندگی کے — جینا اگر یہی ہے ہم کیا کریں گے جی کے
طالب ہیں کونسل کے خواہاں ہیں ممبری کے — ہیں شیخ جی میں سارے اوصاف بزرگی کے
ہندوستاں کی قسمت ہے جلد کھلنے والی — چاروں طرف ہیں جلوے امن اور آشتی کے
ہم جی حضوریوں کو سمجھیں برا تو کیونکر — کتے سہی، مگر ہیں انگریز کی گلی کے
عاشق پہ بھی عنایت دشمن سے بھی لگاوٹ — ہوتا نہیں یہ ان سے وہ ہو رہیں کسی کے
دل لیکے پھر یہ اللہ آنکھیں نکالنا بھی ط — صدقے نگاہِ جاناں اس لوز نہ دشی کے
تم کو بڑی قسم ہے اے ظالمانِ یورپ — باقی رہیں طریقے ہرگز نہ دشمنی کے
ریڈنگ اپنی چالیں بس اپنے پاس رکھیں — دیکھے ہیں خوب ہم نے یہ باغ پالسی کے
ایماں سے ہاتھ دھو یا مذہب پہ لات ماری — اے کاش ہم نہ پڑتے پھندے میں نوکری کے
یونہی بری ہے زاہد یا بادۂ محبت — دیکھی کبھی ہے کسی دن دو چار گھونٹ پی کے
بے دست و پا یہ اکثر چلتا ہے جن کا خنجر — چرچے ہیں اک جہاں میں انکی بہادری کے
یہ سب لگاوٹیں ہیں عاشق کے دل کی خاطر — ورنہ بتان خود بیں ہوتے ہیں کب کسی کے
ریڈنگ و ہکس و چرچل، برکن ہڈ اور کرزن — ہیں پانچ ناگ گویا یہ ناگ پنچمی کے

ع رام داس جی گاندھی۔ آپ مہاتما جی کے تیسرے صاحبزادے ہیں ۲۸ فروری کو جیل میں تشریف لائے۔

معشوق جس طرح سے چاہے اسے نچائے ؎ عاشق کو سب طریقے آتے ہیں بندگی کے
اغیار کی شماتت، احباب کی ملامت ؎ دن کر رہا ہوں پورے الفت میں زندگی کے
چکھا نہیں جنھوں نے پوریج کا مزا بھی   حیرت ہے کس بنا پر خواہاں ہیں لیڈری کے

نکلیں گے جیل سے ہم احمقؔ سوراج لے کر
بیٹھے ہوئے وظیفے پڑھتے ہیں شانتی کے

چھیڑ کر اس نے مسئلہ عشق میں اعتماد کا   کھول دیا بھرم تمام غیر ہوس نہاد کا
چاہیئے انتظام خاص یاس کے انسداد کا   بس یہی اک طریق ہے قطعِ رہِ مراد کا
ڈر ہے مجھے کہ ہو نہ جائے روگ تمہیں بھی داد کا ؎ خون میں ہے رقیب کے سخت اثر فساد کا
یہ، کہ تمام ملک ہے گامزنِ رہِ مُراد   اک گلِ نو بہار ہے گلشنِ اتحاد کا
عمر گزر گئی کہ ہے ناصیہ سائے آستاں   بہرِ خدا لحاظ کر بندۂ خانہ زاد کا
صوم و صلوٰۃ و صبر و شکر کا ہے اثر جو کیمپ میں   ووٹ کیا گیا ہے پاس شیخ پر اعتماد کا
کوہکن اور قیس میں بعد مرے چلے گی خوب ؎ دیکھئے کیا ہو تصفیہ عشق کی جائداد کا
در پئے قتلِ یاس ہے جوشِ فزونِ آرزو   منتظرِ فراغ کو حکم ملے جہاد کا
غصہ و عجز و سرکشی سے ہے خمیرِ آدمی   بسکہ یہ اک کرشمہ ہے آتش و خاک و باد کا
پٹنے کو جی میں ہے کہ ہے اُن سے بیانِ دردِ عشق   سر میں ہے خارش اس لئے ذکر ہے اینٹے داد کا
کرتے تھے منع اسی لئے دیکھئے رو پڑے نہ آپ   لُب لُباب سُن لیا عشق کی روئداد کا
جتنے سخن طراز ہیں مست خرامِ ناز ہیں ؎ یار کی ڈیڑھ ٹانگ میں لطف ہے مستزاد کا

جب سے ہے یادِ زلف و رُخ متحدِ نگاہِ شوق | رکھتے ہیں مسلم و ہنود سلسلہ اتحاد کا
سیکڑوں اہلِ ظلم و جور تختہ تباہ ہو گئے | پیشِ نگاہ ہے مرے قصّہ ثمود و عاد کا
خیر وہ جس طرح بھی ہو آپکو اس سے کیا غرض | چھوڑیئے ذکر اے حضور عاشقِ نامراد کا
دل ہے تباہِ آرزو سینہ ہے پائمالِ غم | آہ! بُرا ہو یا خدا عشقِ ستم نہاد کا
ہجر میں چھوڑ کر تپاں چلدیئے مدعی کے گھر | کام ہی کر چلے تمام مضطربِ مُراد کا

آکے وہ قتل گاہ تک پھر گئے کیوں ؟ بُرا ہوا
حوصلہ دل میں رہ گیا احمقِ نامُراد کا

روز افزوں ہیں عنادِ ل پر ستم صیّاد کے | کچھ نہیں تو دن ہی کچھ کم کر دیئے میعاد کے
نالے سُن سُن کر قفس میں بلبلِ ناشاد کے | ہوش کیوں پرّاں ہو جاتے میاں صیّاد کے
ان سے شکوے ہیں ملالِ خاطرِ ناشاد کے | ڈر یہ ہے ٹکڑے نہ اُڑ جائیں لبِ فریاد کے
بند کر کے پَر کترنا بلبلِ ناشاد کے | اِس بڑھاپے میں یہ اندازِ جفا صیّاد کے
اس خوشی میں شیخ نے پایا ہے اعزازِ خطاب | ہر طرف سے تار آتے ہیں مبارکباد کے
مجھ کو اپنی سخت جانی سے یہ اندیشہ ہے آج | شل نہ ہو جائیں کہیں بازو مرے صیّاد کے
اہلِ مغرب زعمِ شاہنشاہیت میں سچ یہ ہے | باپ ہیں نمرود کے فرعون کے شدّاد کے
ختم کر لو اپنے عاشق پر مری جاں آج تم + | یاد ہوں جتنے طریقے ظلم کے بیداد کے
مرغِ بسمل کی طرح تڑپا کرے کب تک کوئی | اور بھی دو ہاتھ ظالم خنجرِ بیداد کے
جوشِ وحشت میں ہیں آزادی کی کیا کیا لذتیں | چیختا ہوں خوب لے لے کر مزے فریاد کے

تم نہ آئے تھے تو یہ شب بھر رہی تھی میرے پاس — زندگی پر میری احساں ہیں تمہاری یاد کے
مجھ کو تم سے جو محبّت ہے وہی جانیں گے کچھ — جو سمجھتے ہیں تعلق قمری و شمشاد کے
کبتک آخر یوں رہیں گے بلبل ناشاد پر — جورِ گلچیں کے خداوندا ستم صیّاد کے
اقتدارِ حرمتِ ٹرکی و ایراں ہو بحال — دن پھریں یارب حیاتِ مُسلمِ ناشاد کے
جیل خانوں سے دلِ احرار گھبرائے گا کیا — یہ تو گھر ہیں پیروانِ سنّتِ سجّاد کے
وحشت و دیوانگی و خبط و سودا و مراق — چند عنوانِ پریشاں ہیں مری روداد کے
پیرس و لندن کے ہوٹل دیکھ کر سمجھا یہ میں — ہو نہ ہو نقشے ہیں یہ سب جنّتِ شدّاد کے

مختصر یہ ہے رہا وہ عمر بھر پامالِ جور
پوچھتے کیا ہو سوانح احمقِ ناشاد کے

آئے تھے دنیا میں ہم برباد ہونے کے لئے — پائمالِ حسرتِ بیداد ہونے کے لئے
نذرِ جور و صرفِ استبداد ہونے کے لئے — کیا ہمیں تھے یا خدا برباد ہونے کے لئے
جس زمیں میں آپ فرمائینگے پالیسی کی کاشت — مجھ سے کہئے اس زمیں کی کھاد ہونے کے لئے
ہر طرف سے کامل آزادی کے خواہاں جوق جوق — آرہے ہیں جیل میں آباد ہونے کے لئے
اہلِ یورپ کے خصائص اور خصائل چاہئیں — ہمسرِ قومِ ثمود و عاد ہونے کے لئے
پیش خیمہ ہے رہائی کا اسیری عشق کی — قید ہوتے ہیں مگر آزاد ہونے کے لئے
اے ہوائے کوئے جاناں ہم بھی تیری راہ میں — خاک کی مانند ہیں برباد ہونے کے لئے
مجھ کو رکھتے اردلی میں تم بجائے مدّعی — بن رہا کمبخت تھا ہمزاد ہونے کے لئے

وصل میں فرقت کا قصّہ چھیڑ کر رونا ہی کیا ۔ اک بہانہ تھا عدو کی یاد ہونے کے لئے
ہے مرا جذبِ تصوّر ہی بڑا تصویر کش ۔ میں نہیں منّت کشِ بہزاد ہونے کیلئے
سہل تھی ویرانئ دل لیکن اب درکار ہے ۔ اک زمانہ اسکو پھر آباد ہونے کیلئے
جب کہا میں نے بنوں گا آپ کے کوچے کی خاک ۔ ہنس کے فرمانے لگے "برباد ہونے کیلئے"
سخت قید و بند کی سختی اٹھانی چاہیئے ۔ ہم کو قید و بند سے آزاد ہونے کیلئے
چاہیئے رہنے بھی دیجئے یہ پٹے بازی کے ہاتھ ۔ کچھ سلیقہ چاہیئے جلّاد ہونے کیلئے
ہند کی حالت پہ آتا ہے ہمیں رونا کہ ہائے ۔ یہ چمن اور اس طرح برباد ہونے کیلئے
خنجرِ قاتل خدارا جلد ادھر آ، رحم کر ۔ سر مرا ہے نذر استبداد ہونے کیلئے

ہم نے احمق اپنی حرّیت پسندی کے سبب
قید رہ کر بھی مزے آزاد ہونے کے لئے

اب تابِ ضبطِ رشک مجھے اے عدو نہیں ۔ بس آج میں نہیں کہ وہاں آج تو نہیں
تیری نگہ کے واسطے اے فتنہ خو نہیں ۔ دل ہے ہمارے پاس مگر فالتو نہیں
مایوسئ وصال سے اکتا گیا ہے دل ۔ اب ترکِ آرزو کے سوا آرزو نہیں
ہیں ڈیم بھی فلش بھی، بلیڈی بھی، فول بھی ۔ اک مس کے عشق میں مری کیا آبرو نہیں
اے ضبطِ ممبری بخدا واقعہ ہے یہ ۔ وہ دل نہیں کہ جس میں تری آرزو نہیں
یہ صرف حُسنِ ظن ہے تمہارا وگرنہ کیا ۔ تم سے زیادہ اور کوئی خوب رو نہیں
عاشق کو صِرف اک نگہہ لطف چاہیئے ۔ اے چشمِ مست حاجتِ جام و سبو نہیں

پوچھو نہ ہم مرے دلِ برباد غم کا حال
مدّت ہوئی کہ اس میں کوئی آرزو نہیں

ان خس کی ٹٹیوں سے بھلا فائدہ ہے کیا
عاشق کی آہِ شعلہ فشاں کوئی لو نہیں

دل لینے سے تو قبل بہت کچھ تھا ذکرِ عشق
اب اس معاملہ میں کوئی گفتگو نہیں

کیا کر دیا یہ اے نگہِ التفاتِ عام
کیا ہو گیا کہ اب وہ نگاہوں میں تو نہیں

اُنّو بنیں نہ اس گلِ عارض پہ بلبلیں
یہ پھول وہ ہے جس میں محبت کی بو نہیں

رسوا کیا جو عشق کو تو نے تو کیا ہوا
اے حُسنِ یار تیری بھی اب آبرو نہیں

یا دشمنوں میں بھی نظر آتا تھا اک خلوص
یا دوستوں میں آج محبّت کی بو نہیں

دل میں نہیں ہے جسکے بزرگوں کا احترام
ایمان کی بھی اس میں بلاشبہ بو نہیں

احمق کسی کی سخت کلامی سے ہے محال
عاشق ضرور ہے وہ مگر "ڈیم یو" نہیں

اسی باعث تو میرے قلب کو تسکین نہیں ہوتی
کہ وعدہ ہوتا ہے اور وقت کی تعیین نہیں ہوتی

محبت میں کبھی تفریق آن و این نہیں ہوتی
یہ وہ منزل ہے جسمیں بحثِ کفر و دیں نہیں ہوتی

کہیں پرسش تری اے زلفِ مشک آگیں نہیں ہوتی
مگر دنیا میں قدر نافہائے چیں نہیں ہوتی

سوالِ وصل پر میرے کبھی وہ ہاں نہیں کرتے
دعا میری کبھی منت کشِ آمیں نہیں ہوتی

کسی دن بے بلائے بھی چلے آؤ کہ اے صاحب
محبت میں زیادہ سختیِ آئیں نہیں ہوتی

تمہارا وصفِ عارض لکھ رہا ہوں پھر تعجب کیا
مرے خط کی عبارت کچھ مگر رنگیں نہیں ہوتی

نگاہِ تیز کا قابو مرے دل پر نہیں چلتا
یہ مرغابی شکارِ پنجۂ شاہیں نہیں ہوتی

مریضِ سخت جاں جب دیکھتا ہے صبح روتا ہے — کہ وہ ہوتا ہے اور شمع سرِ بالیں نہیں ہوتی
بڑا ہوا اضطرابِ درد کا یہ کیا قیامت ہے — وہ پہلو میں ہیں اور دلکو مرے تسکیں نہیں ہوتی
اگر ہم جان بھی دیدیں محبت میں تو لاحاصل — یہاں عاشق کی خدمت قابلِ تحسیں نہیں ہوتی
لبِ شکر شکن کی اپنے لذت پوچھتے کیا ہو + مٹھائی بھی مری جاں اس قدر شیریں نہیں ہوتی
غرض یہ ہے تڑپ لے اور بیمارِ الم ورنہ — مری بالیں پہ وقتِ نزع کیوں یٰسیں نہیں ہوتی
"ثنائے عشق" کی تاثیر بھی ذوالخاصیت ہے — یہاں اسہال ہو جاتے ہیں واں تلئین نہیں ہوتی
وہ بیڑی عدو کو ہے جو مجھکو ہے بس اتنا ہے — وہ فولادی نہیں ہوتی ہے یہ زرّیں نہیں ہوتی

انھوں نے وصل کا اقرار فرمایا بھی مشکل سے
نواب احمق جنگ اور وقت کی تعیین نہیں ہوتی

وہ مرے دل کی تمنا کرتے — لطف آتا اگر ایسا کرتے
ہجر میں اس کے سوا کیا کرتے — غیر کی جان کو رو یا کرتے
مل چکا ان سے ہمیں دل اپنا — شرم آتی ہے تقاضا کرتے
آرزو تھی کہ بایں پیریٔ و زہد — شیخ اسے دور سے دیکھا کرتے
ہجر میں وصل کی صورت کیا تھی — مر نہ جاتے تو بتا کیا کرتے
انکی الفت سے تو بہتر تھا کہ ہم ـــ کہیں بندر ہی نچایا کرتے
تم کو ہونا تھا جہاں میں بدنام — ورنہ تم کیوں مجھے رسوا کرتے
ہم کو مرنے کا مزا تھا معلوم — خاک جینے کی تمنا کرتے

ہم اور اس بت سے بیانِ غمِ عشق
شامت آئی تھی کہ ایسا کرتے

لبِ جاں بخش کے مرنے والے
کس لئے منّتِ عیسےٰ کرتے

ہاتھ آتی جو وہ شیریں لب
ہم بھی شبرات میں حلوا کرتے

جانتے تھے اسے جینا ہے وبال
میرے مرنے کی دعا کیا کرتے

وہ جو پاگل نہ سمجھتے تو ہمیں
کہہ کے احمق نہ پکارا کرتے

پھر رہی کیا بات آٹے سے زیادہ دہن میں
جب پسا یہ بھی قیاسات کی مشین میں

جو مریں پامالیٔ اسلام کی تلقین میں
دفن ہوں قبرِ گلیڈسٹون کی پائین میں

ہے رعایا پروری میں مملکت گیری کا راز
یہ فلائنگ شب میں ہیں صاحب نہ گن مشین میں

سن لیا میں نے وہ ہیرو ہو گئے دشمن کے ساتھ
کیا دھرا ہے ہمدمو اب صبر کی تلقین میں

مجھ کو اپنے جان دینے کا صلا ملجائے گا
تم نہ ہو شامل مری تجہیز اور تکفین میں

تو سوارِ اسپِ حکمت کیوں نہ گرتا جب نہ تھیں
عقل و دانش کی رکابیں پالسی کے زین میں

فقر میں جو شان ہے ہرگز امارت میں نہیں
بورئیے میں جو کشش ہے وہ نہیں قالین میں

سچ تو یہ ہے بدعت و سنّت کا جھگڑا چھیڑ کر
مولوی صاحب نے رخنہ خوب ڈالا دین میں

ایک بی بی تین بچے، ایک والد ایک ہم
آپ ہی کہئے گزر کس طرح ہو نفقتین میں

آرزوئے کیک و شوقِ بسکٹ و فکرِ مٹن
یہ سبق ہے شیخ صاحب کے لئے "والتین" میں

دست آجاتے ہیں اکثر اہلِ یورپ کو کہ ہے
کسٹرائل کا اثر نامِ صلاح الدین میں

ٹھوکریں کھاؤ، پٹو لیکن نہ لاؤ لب پہ اُف
سب سے پہلی دفعہ ہے یہ عشق کے آئین میں

کام کا ہے وقت زاہد صومعہ سے باہر آ
کیا دھرا ہے اس صلوٰۃ و صوم کی تلقین میں

اس ستم کا کیا ٹھکانا ہے مرے مرنے کے بعد
قبر کھدوائی ہے میری غیر کے پائین میں

بس اسی سے جان لو احمق میاں ہادی کی عمر
دس برس اور کچھ مہینے کے تھے یہ سن تین میں

جاہ کا طالب تھا، آبرو کا سودائی نہ تھا
آہ! کیا دن تھے کہ میں مسلم تھا عیسائی نہ تھا

شیخ کی مانند میں عزت کا شیدائی نہ تھا
بندۂ حق تھا غلام کے سی ایس آئی نہ تھا

نوجوانوں کو مراقِ کالر و ٹائی نہ تھا
کیا زمانہ تھا کہ دورِ فیشن آرائی نہ تھا

سامنے دشمن کے کہدی رات کی سب واردات
تم کو اتنا بھی ہمارا پاسِ رسوائی نہ تھا

کیوں اڑاتا قیس کی مانند خاکِ دشت و کوہ
لیلیٰ آبرو کا عاشق تھا میں سودائی نہ تھا

ایک چلچی ایک پاخانہ کا برتن ایک کپ
کون کون اپنا شریکِ قیدِ تنہائی نہ تھا

یاد ہوں گے تجھکو اے اسلام وہ دن بھی کہ جب
تیرے گھر میں عہدِ خود بینی و خود رائی نہ تھا

مونڈتا ایسا کہ سر میں ایک بھی رہتا نہ بال
خیر گذری چاہنے والا زرا نائی نہ تھا

وہ زمانہ بھی تجھے اب یاد ہے اے حُسنِ دوست
تو ہی تو تھا اور کوئی تیرا تماشائی نہ تھا

اک مسِ کمسن کا رات اس درجہ مجھ سے اختلاط
سچ تو یہ ہے مغربی تہذیب کا آئینہ تھا

پھانستا تھا اک بتِ لندن کو دامِ مکر میں
ورنہ میں استغفراللہ کوئی عیسائی نہ تھا

کیوں اسیرِ دامِ گیسوئے بتاں ہوتا کہ میں
کوئی وحشی کوئی مجنوں کوئی سودائی نہ تھا

شامِ وعدہ وہ سماں بھی دید کے قابل تھا جب
محوِ آرائش تھے وہ اور ہاتھ میں آئینہ تھا

چارہ گر بالیں پہ کب آیا کہ بیمارِ فراق
مر چکا تھا یعنی وقت چارہ فرمائی نہ تھا

مجھکو تم نے اپنی محفل سے نکالا کس لئے
میں کوئی باغی نہ تھا میں کوئی بلوائی نہ تھا

ان سے چھٹنا اور وہ بھی یوں یکایک ہائے ہائے
ضبط کیا کرتے کہ یارائے شکیبائی نہ تھا

الفراق اے صحبت یارانِ ہم بزم الفراق
قسمتِ احمق میں لطفِ بادہ پیمائی نہ تھا



آگرہ سنٹرل جیل

(۴)

فرقت میں دل جیسا ہمدم بھی اپنا غم خوار نہیں
سچ تو یہ ہے وقت پہ احمق کوئی کسی کا یار نہیں

فرماتے ہیں ٹرکی کے بچنے کے کوئی آثار نہیں
کرزن کو دھوکا ہے ورنہ یہ مرد اب بیمار نہیں

جبر کی قوت پر ہی بھروسا جس نادان کو دنیا میں
ہرگز اک لمحے کے لئے بھی، جینے کا حق دار نہیں

پہلے فنا کی منزل ہے بعد اسکے بقا کا درجہ ہے
جینے کا وہ نام نہ لے جو مرنے کو تیار نہیں

دل لیتے ہی ان آنکھوں نے تیور گویا پھیر لئے
پہلا سا وہ لطف نہیں اب اگلا سا وہ پیار نہیں

رحم کے پردے ہیں یہ تشدد اے صیّاد دغا دل پر
فصل خزاں میں انکی رہائی خالی از آزار نہیں

پونے دو سو ہندوستانی پھانسی پر لٹکیں گے صرف
اس سے زیادہ رحم کے شاید اہلِ وفا حق دار نہیں

وصل کا منشا انکے نزدیک اپنی جیبیں بھرنا ہے
بھنگی بھشتی. نائی. دھوبی کوئی ہوا انکار نہیں

ہند کی دولت لٹتی ہے اور اہلِ ہند ہیں محوِ خواب
گھر میں ڈاکہ پڑتا ہے اور گھر والے ہشیار نہیں

یورپ کے یہ مہذب کتے جتنے ظالم ہوتے ہیں
افریقہ کے وحشی شیر بھی اس درجہ خوں خوار نہیں

توپ بھی ہے بندوق بھی ہے سنگین بھی ہے تلوار بھی ہے
میری وفا کا بدلہ دینا تم کو کچھ دشوار نہیں

آپ اپنے اعزاز و خطابات اپنے گھر میں رکھ چھوڑیں
مجھ کو یہ لعنت کے پٹے گردن میں درکار نہیں

تیری باتیں تیری گھاتیں تیری چالیں اے انگلینڈ
تجھ سے زیادہ شاید کوئی دنیا میں عیار نہیں

دشمن بھی حالت پہ ہماری روتے ہیں اے وائے نصیب
آج کوئی عالم میں ہم سا مجبور و ناچار نہیں

پمپ چلائیں، گرّا کھینچیں، چکّی پیسیں موج بٹیں
کوئی مشقت ہو اے احمق جیل میں ہم کو عار نہیں

سارے جہاں کی قیمت ہندوستاں ہمارا — یہ ہے اگر ہمارا سارا جہاں ہمارا
مامونِ جورِ صرصر ہے گلستاں ہمارا — دیکھیں تو کیا کرے گا دورِ خزاں ہمارا
کیا سہل ہے مٹانا نام و نشاں ہمارا — دشمن ہوا ہے ناحق دورِ زماں ہمارا
تمکو بھی اہلِ یورپ شاید ہوں یاد وہ دن — تھا شرق و غرب میں جب سکّہ رواں ہمارا
اے باغباں تیرا ہم کیا بگاڑتے ہیں — ناحق اجاڑتا ہے تو آشیاں ہمارا
ہم وہ نہیں کہ حق سے ہٹ جائیں اک قدم بھی — خوب امتحان کر لے او آسماں ہمارا
لینا ہے ہم کو بدلہ چرخِ کمینہ خو سے — کام آئے گا کسی دن ضبطِ فغاں ہمارا
آزادیٔ وطن کا سودا ہے سب کے سر میں — ہر پیر آجکل ہے رشکِ جواں ہمارا
انگلینڈ جس بنا پر فطری حق آپ کا ہے — ہے بس اسی بنا پر ہندوستاں ہمارا
اے آسیائے زنداں تیرے سوا نہیں یاں — کوئی صدائے حق میں اب ہمزباں ہمارا
پڑتا ہے دل جگر پر ڈاکا کھلے خزانے — لٹتا ہے دن دہاڑے اب کارواں ہمارا
اے چرخ یہ جفائیں ہم کشتگانِ غم پر — باقی ہے کیا ابھی کچھ اور امتحاں ہمارا

جیلر پہ کیوں نہ ہو فرض احمق ہماری خدمت
ہم میہماں ہیں اس کے وہ میزباں ہمارا

وہ مجھ پہ مشقِ ظلم جو فرما کے رہ گئے
دو دن کو زندگی کے مزے آ کے رہ گئے

پوچھا جو ان سے رات کہاں جا کے رہ گئے ط
کہتے ہی کیا نگاہوں میں شرما کے رہ گئے

رِندوں نے آج حضرتِ زاہد کو دی وہ چاٹ
سارے خیال عالمِ بالا کے رہ گئے

کچھ تو مزے ستم کے اٹھاتے جنابِ دل
یہ کیا کہ دو ہی روز میں گھبرا کے رہ گئے

منظور بھی ہوئی مری درخواست وصل کی
یا بس حضور غور ہی فرما کے رہ گئے

غصہ تو آگیا تھا مجھے عرضِ وصل پر ط
یہ خیریت ہوئی کہ وہ گرما کے رہ گئے

پوچھا نہ یہ بھی اس نے کہ "دل آپ کون ہیں"؟
سارے ریمارک عرضِ تمنا کے رہ گئے

دعوائے خوں پہ داورِ محشر کے سامنے
اک حشر ہو گیا جو وہ شرما کے رہ گئے

پایا جو ہم کو خوگرِ ظلم و جفا و جور
سارے منصوبے ستم آرا کے رہ گئے

تو نے تو موت! میرا دِوالا دیا نکال
سب کاروبار حسرتِ دنیا کے رہ گئے

زِندانِ غم کی یاد دلانے کے واسطے
دو چار شعر احمقِ دانا کے رہ گئے

بیٹھا ہوں سیرِ یار کا ساماں کئے ہوئے
داغوں سے دل کو رشکِ گلستاں کئے ہوئے

تیغِ نگاہِ ناز کو عریاں کئے ہوئے
آئے ہیں میرے قتل کا ساماں کئے ہوئے

کچھ سن لیا ہے میری سراسیمگی کا حال
بیٹھے جو ہیں وہ بال پریشاں کئے ہوئے

وہ دیکھنا مرادِ دلدار کی طرف
شوقِ نظارہ آنکھوں میں پنہاں کئے ہوئے

جی چاہتا ہے کوئے وفا میں پڑے رہیں
سر زیرِ بارِ منتِ "جی ہاں" کئے ہوئے

سو پشت تک نہ یوسفِ ثانی کبھی نہ آپ — غیرت سے خواہ لاکھ کنویں جھانکے ہوئے

وعدے کی رات انکی گلی میں ہوں منتظر — داغِ جگر کو شمعِ فروزاں کئے ہوئے

اہلِ نماز محوِ رکوع و سجود ہیں — لیکن بُت آستینوں میں پنہاں کئے ہوئے

وحشت میں پھر رہے ہیں رفوگر کو ڈہونڈتے — ہم تار تار جیب و گریباں کئے ہوئے

مختل ہوں کس طرح سے نہ عشاق کے حواس — آپ آرہے ہیں زلف پریشاں کئے ہوئے

اٹھیں گے ایک روز ڈبو کر عدو کی ناؤ — بیٹھے ہیں جو تہیۂ طوفاں کئے ہوئے

آئے ہیں بزمِ رقص میں زُہاد جُبّہ پوش — تنبورہ و ستار کا ساماں کئے ہوئے

بیٹھے ہیں لوگ منتظرِ موسمِ بہار — مدت سے چاک جیب و گریباں کئے ہوئے

روتے ہیں فرقتِ دُرِ دندانِ یار میں — ہم قطرہ ہائے اشک کو نیساں کئے ہوئے

احمق کی طرح دہر میں ممتاز عاشقی
بس وہ جنھوں نے کارِ نمایاں کئے ہوئے

جسے عزت کی خواہش ہو نہ کچھ ذلت کی پروا ہو — اسے آزادیٔ ملک و وطن کی آرزو کیا ہو

فلک کے ظلم کی حد ہو گئی اب منتظر کیا ہو — اٹھو اور اسکو ٹکڑے کر کے رکھدو لاٹے مری آہو

قسم ہے گر نہ تجھکو ایک دن اوبوزنہ سیرت — سر بازار ننگا کر کے لکڑی پر نچایا ہو

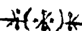
تمہارے سامنے بھی آنے والی ہیں یہی گھڑیاں — ستم ہم پر وہی توڑو جو تم اپنے لئے چاہو

کہیں ایسا نہ ہو اے ڈاکٹر یہ لکچر دے کر — ادھر گھر کو چلے تو اور ادھر بیمار چلتا ہو

خداوندا دعا مقبول فرما اپنے بندوں کی — وہ دن آئے کہ پھر اسلامیوں کا بول بالا ہو

اگر منظور ہے تو آج ہی پھر وصل کی ٹھہرے — خدا معلوم کل تک کیا نہ ہولے جانِ من کیا ہو
جسے آتا ہے جینا کیوں شہ مرنے کا ہو شیدائی — جو مر سکتا ہے جی کر کس لئے بدنام و رسوا ہو
دعائے وصل کرتا ہوں تو لب یار انہیں دیتے — کوئی دنیا میں مجھ سا بھی نہ مایوسِ تمنا ہو
مقابل سے ہمیشہ دُم دبا کر بھاگ جاتے ہیں — بہادر ہیں وہ لیکن کب کہ جب عاشق نہتا ہو
درِ زنداں پہ یوں چلا رہی ہے رحمتِ باری — کھُلا ہے خلد کا دروازہ آئے جس کو آنا ہو
دبے گی اب نہ شورش ملکِ دل میں شوقِ ایماں کی — نفاذ رولٹ بل ہو، خواہ حکم مارشل لا ہو

وہ دن آئے کہ جرمِ خدمتِ اسلام و ایماں میں،
ہمارا حلق ہو اے احمق اور پھانسی کا پھندا ہو



ہنر کی کچھ قدر ہے تو یہ ہے کہ عہدِ صیّادِ بوالہوس میں
اگر کوئی مرغِ خوشنوا ہو اسیر ہو گوشۂ قفس میں

ہمیں یہ تعلیم انھوں نے دی ہے بشکل اس ڈیڑھ سو برس میں
کہ مرغِ بے بال و پر کی مانند خوش رہیں گوشۂ قفس میں

سزا جو گاندھی کو دی گئی ہے نہ ہو کوئی اس سے پیش و پس میں
خدا ہی جانے کہ کیا سے کیا ہو زمانے کا رنگ چھ برس میں

ستم ہے دل لے کے سرگرانی، غضب ہے دم دے کے جاں ستانی
یہی محبت کے قاعدے ہیں یہی ہیں ظالم وفا کی رسمیں

تمہاری باتوں میں جو بھی آئے وہ دین و ایماں سے ہاتھ اٹھائے
خدا نہ ڈالے بتانِ مغرب کبھی کسی کو تمہارے بس میں

ابھی انہیں ہم سے دل ہے لینا ابھی وہ چالیں چلیں گے کیا کیا
ہزار دیں گے فریب ہم کو ہزار کھائیں گے جھوٹ قسمیں

نہ جورِ گلچیں سے کوئی غم تھا نہ فکرِ گل سے کوئی الم تھا
چمن میں اب وہ مزے کہاں ہیں جو لطف تھے گوشۂ قفس میں

کمندِ گیسو میں حضرتِ دل یونہی گرفتارِ ابتلا ہیں
کہ جس طرح کوئی دزدِ پُرفن اسیر ہو پنجۂ عسس میں

خدا کو منظور ہے جو کرنا وہ ہو کے آخر رہے گا اِک دن
ہمیں ضرورت ہی کیا جو ڈالیں فضول ہم دل کو پیش و پس میں

نگاہِ مستِ بتاں کا عالم عجیب دل کش ہے۔ کچھ نہ پوچھو
نہ بھنگ و افیون میں ہے مستی نہ سلفہ و گانجہ و چرس میں

یہ پرورش کوئی کم ہے انکی جنھیں بُرا کہہ رہے ہیں گاندھی
ہمیں پڑھایا پڑھا کے بابو بنا دیا ہم کو ہاتھرس میں

نیا ستم ہے یہ بلبلوں پر یہ حکمِ صیاد ہے انوکھا
ملیں نہ باہم دگر عنادل رہیں مگر ایک ہی قفس میں

کرم کے بدلے ستم یہ کیسا وفا کے بدلے جفا یہ کیسی

کدھر گئے وہ تمہارے وعدے کہاں گئیں وہ تمہاری قسمیں
زمانہ کب تک رہے گا احمق سکون اور شانتی کا حامی
ضرور ردّ و بدل کی حاجت پڑے گی آئین کانگرس میں



وہ نکلی میان سے شمشیرِ جوہر دارِ انگورہ / کہو اب سامنے آئیں ذرا اشرارِ انگورہ
نہ پوچھو رونقِ بام و در و دیوارِ انگورہ / بڑی قسمت ہے حاصل ہو جسے دیدارِ انگورہ
عجب انداز سے مشاطۂ قدرت کے ہاتھوں نے / سنوارا تھا ازل میں طرّۂ طرّارِ انگورہ
تمنّا ہے خدا ہم کو بھی ترکستان پہنچا دے / کہ ہم بھی کر سکیں کچھ خدمتِ انصارِ انگورہ
عساکر کا ترے کیا پوچھنا اے لشکرِ ترکی / ترا سالار ہے جب خالدِ جرّارِ انگورہ
چمک اٹھیں گے ذرّے خاکِ بغداد و مدائن کے / کیا جائے گا جب آراستہ دربارِ انگورہ
شجاعت نے قسم کھائی ہے اُن کے دست و بازو کی / بھلا کیا پوچھتے ہو ہمّتِ احرارِ انگورہ
صدف کی طرح مُنہ کھولے ہیں پیاسے آبِ رحمت کے / اِدھر بھی اِک نظر اے ابرِ گوہر بارِ انگورہ
مگر فتح و ظفر نے کی ہے تیرے ہاتھ پہ بیعت / تری ہمّت کے صدقے اے علمبردارِ انگورہ
خدا کی خاص رحمت نے کیا تھا منتخب جن کو / وہی اسلام کے فرزند ہیں انصارِ انگورہ
مسلمانوں کی تو نے ڈوبتی کشتی بچائی ہے / سرت گردم، حماک اللہ اے سالارِ انگورہ
وہ دن آنے کو ہے ٹکڑے اُڑا دیں گے نصاریٰ کے / یہی کم زور دست و بازوئے احرارِ انگورہ
مسلمانوں کا اقبال ایک دن پھر اوج پر ہو گا / ترے صدقے میں اے شمشیرِ جوہر دارِ انگورہ

اگر سارا جہاں بھی اک طرف ہو تو نہیں پروا / خدا کی خاص رحمت جب ہے جانبِ دارِ انگورہ

پہنچ جائینگے جیتے جی ہم اے مدّاح جنّت میں
بسر ہو گیا اگر سایۂ دیوارِ انگورہ

وہ ہر اک پیچ جو اس زلفِ گرہ گیر میں ہے / عاشقِ وحشی و دیوانہ کی تقدیر میں ہے
جان ابھی تک جگرِ عاشقِ دلگیر میں ہے / اور دو ہاتھ، اگر دم تری شمشیر میں ہے
قیس کا نام ہی کھبوٹ ہیں فقط ہی یہ کیوں / حق ہمارا ابھی تو کچھ نجد کی جاگیر میں ہے
غیر کے ساتھ مری یاد بھی رکھنی ہے ضرور / کہ مرا دل بھی تری زلفِ گرہ گیر میں ہے
وصل کے واسطے ہر روز ہے مسعود و مُباح / پنجشنبہ میں ہی کچھ بات نہ کچھ پیر میں ہے
اور ہی کچھ ہے ترے ابروئے خمدار کی بات / ہم نے مانا کہ صفائی خمِ شمشیر میں ہے
وہ تو ہر طرح کی عزّت مجھے دیتے ہیں مگر / اس کو کیا کیجئے ذلّت مری تقدیر میں ہے
اسکو خاکِ درِ کونسل سے بھلا کیا نسبت / بات وہ کونسی ایسی ہے جو اکسیر میں ہے
باعثِ فخرِ زمانہ ہیں یہی چند نفوس / شیخ پر طعن نہ کیجئے وہ مشاہیر میں ہے
کس طرح آپ نے سمجھا کہ میں ہوں بدظنِ غیر / ایسا وہ کون سا جملہ مری تقریر میں ہے
کس رعایت سے معالج مرضِ غم کا علاج / خطمی و اذخر و بہدانہ و انجیر میں ہے
اے غبارِ رہِ آز بخدا تیرے لئے / عمر بھر خاک اڑائی مری تقدیر میں ہے

میرا معشوق بھی بڈھا ہے لہٰذا احمقؔ
لطف میرے لئے جورِ فلکِ پیر میں ہے

فیض آباد ڈسٹرکٹ جیل

(۵)

دیکھ کر بیمارِ غم کو ڈاکٹر چکر میں ہیں
کرتے ہیں تدبیر بےچارے مگر چکر میں ہیں

جب سے چرخے سرزمینِ ہند پہ چکر میں ہیں
مانچسٹر لنک شائر سب کے سر چکر میں ہیں

ہے کسی سے رات کا وعدہ کسی سے دن کا عہد
زلف و رخ کے مبتلا شام و سحر چکر میں ہیں

میں وہ مشت خاک ہوں جسکے مٹانے کیلئے
آسمانِ پالسی آٹھوں پہر چکر میں ہیں

جھوٹ لکھیں گالیاں کھائیں جو سچ لکھیں پٹیں
کیا مصیبت ہے جنابِ پائنیر چکر میں ہیں

کھیل ہے کوئی معمائے کمر کا انکشاف
کیوں عبث سی آئی ڈی کے آفیسر چکر میں ہیں

محفلِ رنداں میں آج اک بے ادب کو چھیڑ کر
حضرتِ زاہد نہ پوچھو کس قدر چکر میں ہیں

قیس تو بیٹھا ہے گھر میں پاؤں اپنے توڑ کر
لیلیٰ آزر کے شیدائی مگر چکر میں ہیں ۔

کشتیِ اسلام کیونکر بچ گئی طوفان سے
بے طرح بحرِ حوادث کے بھنور چکر میں ہیں

دیکھکر ہندوستاں میں روحِ آزادی کی لہر
حضرتِ ریڈنگ جیسے باخبر چکر میں ہیں

جانتے تھے مر گیا ہوگا مریضِ جاں بلب
آج عاشق کو وہ زندہ دیکھ کر چکر میں ہیں

قوم کو چھوڑیں کہ چھوڑیں نوکری سرکار کی
شیخ بیچارے نہ پوچھو کس قدر چکر میں ہیں

سخت جانی سے مری حیرت میں قاتل ہی نہیں
جانسن اور مائیکل جیسے لشر چکر میں ہیں

جیل میں آیا ہے جب سے احمقِ شوریدہ سر

حضرتِ جیل میں نالاں وارڈر چکر میں ہیں

کر رہا ہے صبر بھوک اور پیاس پہ احمق کا بیل ‫ ‫ درسِ استقلال دیتا ہے مگر احمق کا بیل
ہے اِدھر احمق سے اِک ہنگامہ برپا جیل میں ‫ ‫ ایک آفت کا نمونہ ہے اُدھر احمق کا بیل
سخت تکلیفیں اٹھاتا ہے مگر خاموش ہے ‫ ‫ دوسرا احمق ہے قصّہ مختصر احمق کا بیل
کم نہیں شہرت میں رینا اور پنّالال سے ‫ ‫ شور ہو جاتا ہے جاتا ہے جدھر احمق کا بیل
جس طرح کوئی مبلّغ پھر رہا ہو گاؤں گاؤں ‫ ‫ پھر رہا ہے بس یونہی شام و سحر احمق کا بیل
ایک اونے جنبشِ سر میں کچومر دے نکال ‫ ‫ شانتی سے کام لیتا ہے مگر احمق کا بیل
جان ہل صاحب یونہی اک دن پھریں گے دیکھنا ‫ ‫ جس طرح پھرتا ہے مارا دربدر احمق کا بیل
ایک صاحب کے تو سر کی کھال گنجی ہو گئی ‫ ‫ اب مُنڈھا جاتا ہے دیکھیں کس کے سر احمق کا بیل
سارے ہندوستان میں اسکو پھرا کر دیکھ لو ‫ ‫ چار پیسے کو بھی ہو نیلام اگر احمق کا بیل
رسّیوں میں کیوں جکڑتے ہیں اسے اہلِ پولیس ‫ ‫ کانگرس کا تو نہیں والنٹیئر احمق کا بیل

بعد احمق حضرتِ احمق کا سچّا جانشیں
کون ہو سکتا ہے دنیا میں، مگر احمق کا بیل

کیا کہیں اے چرخ کر سکتے نہیں فریاد ہم ‫ ‫ دیکھ لیتے ورنہ تجھ کو او ستم ایجاد ہم
یا ہمیں مٹ جائیں گے ہو جائیں گے برباد ہم ‫ ‫ یا مِٹا دیں گے تجھی کو او ستم ایجاد ہم
کب تک آخر یوں اٹھائیں، سختیٔ صیّاد ہم ‫ ‫ فصلِ گُل آئے الٰہی ہوں کہیں آزاد ہم
کیا تماشا ہے کہ باغِ دہر میں مانندِ سرو ‫ + ‫ ہِل نہیں سکتے مگر کہلاتے ہیں آزاد ہم

تھا جو گھر میں، ہو گیا سب تحفۂ ڈالی کی نذر
خبطِ آزِ تیرے باعث ہو گئے برباد ہم

گر ہمارا بس چلا تو آئے "ڈو اُنڈ اینڈ رول"!
پھینک دیں گے کھود کر جڑ سے تری بنیاد ہم

آج یہ سمجھے کہ ہے سی آئی ڈی کا آدمی
جانتے تھے کل تک اس کم بخت کو ہمزاد ہم

ایک مدت سے تڑپنے کی تمنا دل میں تھی
آ کہ تجھکو پیار کر لیں خنجرِ جلاد ہم

ایک حالت ہی ہماری اور تری اے عندلیب
آشیاں برباد تو ہے خانماں برباد ہم

تیغِ قاتل کی حکومت اب ہمیں دیدے سوراج
قیدِ ہستی سے الٰہی جلد ہوں آزاد ہم

شیخ کے سی آئی ای ہونے پہ ازراہِ خلوص
صدقِ دل سے پیش کرتے ہیں مبارکباد ہم

ظلم کر کے اس قدر تپلون سے باہر نہ ہو
حوصلہ تیرا بڑھاتے ہیں ستم ایجاد ہم

داد گر کوئی نہیں مظلوم کی بیداد کا
کسکے آگے روئیں ہم کس سے کریں فریاد ہم

آگرے سے آئے احمق لکھنؤ بھیجے گئے
ایک ہفتے بھی نہ رہنے پائے فیض آباد ہم

صبر کی تاکید بھی ہو ضبط کا ارشاد بھی
یہ تو سب کچھ ہو مگر ہوتی رہے بیداد بھی

عشقِ آزر میں جو تم سن لو مری روداد بھی
بھول جاؤ داستانِ وامق و فرہاد بھی

اک طرف شوقِ شہادت ایک جانب جوشِ قتل
سر بکف عاشق بھی ہے خنجر بکف جلاد بھی

صرف ٹرکی ہی نہیں جولاں گہِ بکرِ صلیب
فارس و تاتار بھی ہے بصرہ و بغداد بھی

کس مصیبت سے بسر کرتے ہیں مرغانِ چمن
تاک میں ہے باغباں بھی گھات میں صیاد بھی

باغِ عالم میں ہیں کتنی بند شیں مانندِ سرو
طاقتِ جنبش نہیں رکھتے یہاں آزاد بھی

قصرِ پالیسی لاٗرڈ جارج کی تعمیر سے
رہ گئی شرما کے دل میں جنّتِ شدّاد بھی

خوگرِ آزاد ہو کر ہم نے پائی یہ سزا
حکم ہے ان کا کہ اب اس پر نہ ہو بیداد بھی

داستانِ نخوتِ مغرب کے آگے گرد ہیں
قصۂ نمرود بھی افسانۂ شدّاد بھی

پھر رہا ہے بلبلوں کی تاک میں پھندے لئے
فصلِ گل کیا آئی اُلّو ہو گیا صیّاد بھی

کیا ہوئے تھے ابتدائے عشق میں پیمان و عہد
اُنسے کیا پوچھیں کہ رہتا ہی انہیں کچھ یاد بھی

آ گئے ہیں ہم یہاں احمقؔ تو مثلِ آگرہ
ہو گیا ہے اک چمن زندان فیض آباد بھی



لکھنؤ سنٹرل جیل

(۶)

مجھے نہ کس لئے دل سے پسند آئے قفس
کہ بوستاں سے بھی دلکش ہے کچھ فضائے قفس

خدا کرے نہ کسی کو بھی مبتلائے قفس
چمن میں دھنتی ہیں سر بلبلیں کہ ہائے قفس

کمندِ زلف ہی کیا کم تھی مرغِ دل کے لئے
کہ اور اس پہ مسلّط ہوئی بلائے قفس

اسیرِ غم کے لئے قید و بند کیا صیّاد
چمن ہی میں مجھے رہنے دے تو بجائے قفس

یہ قمریوں ہی کی تقدیر میں ہے حضرتِ زاغ
فضول آپ نہ غوغا کریں برائے قفس

ہمیں سمجھتے ہیں کچھ قدر اس اسیری کی
ہزار غنچہ و گل ہوں تو ہیں فدائے قفس

اگر ہے سیرِ گلستاں کی آرزو بلبل!
خوشی کے ساتھ اٹھا سختیٔ جفائے قفس

وہ عندلیب ہوں صیّاد میں کہ میرے لئے
کوئی جگہ ہی نہیں ہے کہیں سوائے قفس

بس اس لئے کہ وہ کرتی ہے شکوۂ صیّاد
ملی ہے بلبلِ ناشاد کو سزائے قفس

چمن میں آئیں گے جس وقت ہم رہا ہو کر
تو دوستوں کو سنائیں گے ماجرائے قفس

غضب کی دلکشیاں اس میں ہیں خدا رکھے
نہ کس لئے دلِ بلبل ہو مبتلائے قفس

کہاں ہم اور کہاں یہ ترا گھر اے صیّاد
چمن سے ہم کو اڑا لائی ہے ہوائے قفس

کہا ہے جیل میں تو نے جو کچھ کلام احمقؔ
بجا ہے نام اگر اس کا ہو نوائے قفس

طالبِ حق و صداقت کیوں نہ ہو خواہانِ جیل
اہلِ حریت کا جولانگاہ ہے میدانِ جیل

چار دن کو بھی جو ہو جائے کوئی مہمانِ جیل
عمر بھر نکلے نہ اسکے دل سے پھر ارمانِ جیل

سختیاں مجھکو اٹھا سکنے کے قابل کر دیا
در حقیقت میرے سر پر ہے بڑا احسانِ جیل

حوض بھی ہے باغ بھی دفتر بھی ہے اسٹاف بھی
کس قدر باقاعدہ ہے قصرِ عالیشانِ جیل

کالے پانی کی سیاہی کا سمندر خشک ہو
ختم ہو لیکن نہ شرحِ ظلمِ بے پایانِ جیل

اہلِ حق کو بیت اور ڈنڈے لگانے کیلئے
مستعد ہیں اپنی ڈیوٹی پر نمک خوارانِ جیل

پمپ ہو یا موج ہو چکی ہو یا ہو رام بانس
وہ جہاں رکھیں وہیں خوش ہیں رضا جویانِ جیل

ایک تسلہ اک کٹورا ایک کمل ایک ٹاٹ
ہے بہت اہلِ توکّل کے لئے سامانِ جیل

کیوں پریشاں ہو نہ زنجیریں پہننے کیلئے
جسکو سودا ہو ترا اے گیسوئے پیچانِ جیل

کوئی ٹیچر کوئی نمبردار کوئی واچ مین
اللہ اللہ کس قدر خوش وضع ہیں خوبانِ جیل

جو غلامی کے ہیں طالب انکو ہے بنگلے کا شوق
جنکو آزادی کا سودا ہے وہ ہیں خواہانِ جیل

جب ہمارا وقت آئے گا تو دیکھیں گے تمہیں
تم ابھی ہمکو ستا لو اے ستمگارانِ جیل

عشقِ گیسو کا ہے سودا اس قدر عام ان دنوں
دیکھئے جسکو نظر آتا ہے وہ خواہانِ جیل

چاہتے یہ ہیں کہ قیدی بس انہیں سجدہ کریں
ثانیٔ نمرود ہوتے ہیں خداوندانِ جیل

شاعری کے واسطے یہ وقت اچھا ہے کہ پھر
جا کے گھر حاصل نہ ہو گا احمق اطمینانِ جیل

محبّت میں جو کچھ گزرتی ہے مجھپر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں
نہ پوچھو دلِ زار کا حال ابتر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں

اِدھر عاشقوں سے بناوٹ کی باتیں اُدھر دشمنوں سے لگاوٹ کی باتیں
یہ چالیں یہ گھاتیں نری فتنہ پرور خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں

محبّت کی شرطیں عدو سے نہ پوچھو اسے کیا خبر کیا بتائے وہ تم کو
یہ باتیں کچھ اچھی طرح بندہ پرور خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں

گرانی سے جو حال ہے ملک بھر کا۔ تباہی ہے ہندوستاں میں جو برپا
نہیں جان سکتے اسے اہل دفتر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں

ابھی آئیگا اِک زمانِ محبت ، کہ ہوگا پھر ایک امتحان محبّت
ابھی جو گزرنے کو ہے میرے دل پر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں

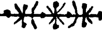
مری حالت زار اگر پوچھنا ہے تو بس مجھ سے پوچھو کہ میرے خدا سے
کہ اچھی طرح اس کو اے بندہ پرور خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں

ادھر دفعہ چوبنتیس والے کھڑے ہیں ادھر ٹیکس لینے کو بخشی اڑے ہیں
ہے جن آفتوں کا نشانہ مرا گھر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں

نہ بچّوں کو روٹی نہ بی بی کو کپڑا نہ پوچھو گزر کس طرح ہے کہوں کیا
مصیبت جو ہے عہدِ انگلش میں مجھ پر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں

اگر تم کو سننی ہے میری کہانی ، تو اس کو سنو تم مری ہی زبانی

کوئی جانتا ہے اگر اس کو بہتر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں
یہ تنہائی کی کوٹھری اور یہ وحشت، یہ روزے کی حالت یہ چکی کی محنت
نہ پوچھو کہ زنداں میں رہتا ہوں کیونکر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں
خجندی و عثمان و ٹونکی و خواجہ، جگناتھ و ملکھان و تیاگی و رنگا
ہوا جو الم احمق ان سب سے چھٹکر خدا جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں



جو ہے وہ مبتلا ہے رنج و غم و محن میں
پوچھو نہ حالِ دنیا اس دورِ پُر فتن میں
باغِ جہاں میں کیسی شادابی مسرت
پامالِ صد خزاں ہے ہر پھول اس چمن میں
کیا یادِ حق کہ آنتیں پڑھتی ہیں قُل ہُوَ اللہ
بھوجن کا ہو سہارا تو جی لگے بھجن میں
گیسوئے پرشکن کے ہوتے ہیں جو فدائی
جاتے ہیں مانڈلے کو رہتے ہیں انڈمن میں
کیا غم انھیں جو روٹی ہم کو نہیں میسر
انکو تو کیک و بسکٹ موجود ہے ٹفن میں
دراصل دیر و کعبہ ہیں جلوہ گاہ اسی کی
ظاہر کا تفرقہ ہے اک شیخ و برہمن میں
بیمار نے جو دیکھی شکل اپنے چارہ گر کی
گویا نئے سرے سے جان آگئی بدن میں
جب موت ہے یقینی مرنا ہے جب مُسلّم
پھر کیوں نہ جان دیں ہم خدمتِ وطن میں
کم بخت کیوں ہے آنا تو بلبلوں کے درپے
اُتو بسائے گا کیا او باغباں چمن میں
ان کو طہور و کوثر کیا خاک لطف دیں گی
جو مست ہو رہے ہیں وِہسکی و شمپین میں
حُکمّا وہ اب کسی سے ملتے نہیں مگر ہاں

خوش ہیں جنابِ احمقؔ زندانِ پُرمحن میں

کیا خبر کیا چشمِ کونسل کا اشارا ہو گیا
نذرِ آتشِ شیخ کا سب زہد و تقویٰ ہو گیا

یوں ہمارے قتل کا ساماں مہیّا ہو گیا
ناز بلم بن گیا، اغماض بھالا ہو گیا

تم وہی ہو تھے جو بزمِ غیر میں جانے سے قبل
میں غلط سمجھا مری آنکھوں کو دھوکا ہو گیا

شامِ فرقت جل اٹھے جب داغہائے دل کے لیمپ
سینۂ تاریکِ عاشق میں اُجالا ہو گیا

پائمالئ عراق و مصر سے اے فوجِ ہند
سچ تو یہ ہے اک جہاں میں نام تیرا ہو گیا

جان ہی کیا تھی تڑپے بسمل میں اے شمشیرِ ناز
دو منٹ تڑپا زمیں پر اور ٹھنڈا ہو گیا

اے تری شان ایک تو یوں ہی وہ تھے بے مثلِ حسن
غیر کا عشق اور سونے پر سہاگا ہو گیا

گھاٹ ہی کا اب رہا ظالم نہ گھر ہی کا رہا
دل ہمارا عشق میں دھوبی کا کُتّا ہو گیا

قیس و وامق کی طرح پھرتے ہیں شیدایانِ وُڈؔ
شوقِ آزادی سرِ لیلیٰ و عذرا ہو گیا

ابتدا میں تو نہ سوچا کچھ مآلِ کارِ عشق
رو رہے ہیں اب کہ اے اللہ یہ کیا ہو گیا

جو مظالم ہیں یہاں گویا وہی ہیں ہو بہو
لکھنؤ کا جیل بھی احمقؔ سمرنا ہو گیا

ہر طرف پیرس و لندن ہی کے مہماں ہیں بہت
حفظِ ایماں کے تری بزم میں ساماں ہیں بہت

رفقائے آپ کے بھی حضرتِ شیطاں ہیں بہت
کہ اسی شکل اسی وضع کے انساں ہیں بہت

اب بھی پامالئ اسلام کے خواہاں ہیں بہت
کرزن و چرچل و ریڈنگ سے انساں ہیں بہت

دردِ دل سوزِ جگر آہِ سحر نالۂ شام
تو نہیں ہے تو شریکِ غمِ ہجراں ہیں بہت

بو نہ چشم بتوں سے ہے جنھیں کچھ امید — سادہ لوحانِ محبت ہیں وہ ناداں ہیں بہت
آسماں کی تو زمانے میں شکایت کم ہے — ہاں ترے جبر ترے جور سے نالاں ہیں بہت
میری تخریب کے خواہاں تو نہوں وہ اے کاش — جو بظاہر مری اصلاح میں کوشاں ہیں بہت
وائے قسمت کہ جگر میں متعدد نہیں زخم — ورنہ اب شورشِ مرہم کے نمکداں ہیں بہت
عاشقوں کو ترا کوچہ جو نہیں ہے نہ سہی — اُلووں کے لئے دنیا میں بیاباں ہیں بہت
رنج مٹنے کا تو ہے فکر اُبھرنے کی نہیں — دستِ اصلاح ہیں کم دیدۂ گریاں ہیں بہت
کچھ اسی عہد پہ موقوف نہیں اے تثلیث — تیرے ہر دَور میں توحید پہ احساں ہیں بہت
جن پہ صادق نہیں آتا ہے مسلماں ہونا — اس طرح کے بھی زمانہ میں مسلماں ہیں بہت

تابِ نظارۂ جاناں ہی کسے ہے احمق
اور ہو بھی تو وہاں اسکے نگہباں ہیں بہت

محض بیکار ہے سرگشتہ و حیراں ہونا — شیخ جی آپکی قسمت میں نہیں خاں ہونا
جان و دل سے وطن و قوم پہ قرباں ہونا — ہے مسلماں کا حقیقت میں مسلماں ہونا
اے جُلاہو رُخِ جاناں کا تصور نہ چھٹے — شرط ہے مومنوں کو صاحبِ قرآں ہونا
کیوں نہ ہو باغ سے اخراج نواسنجوں کا — قسمتِ زاغ میں ہے مُرغِ خوش الحاں ہونا
رات وہ غیر کے دھوکہ میں عنایت ان کی — صبح پہچان کے مجھ کو وہ پشیماں ہونا
کبھی کاکل کا ہے سودا کبھی گیسو کا مراق — میری تقدیر میں لکھا ہے پریشاں ہونا
کیوں نہ کثرت سے عیاں ہوں مرے سینہ کے داغ — ہے تنِ یار کو رشکِ چمنستاں ہونا

تجھے زیبا نہیں اے مدّعیٔ بوم صفت — مثلِ بلبل گلِ عارض پہ غزل خواں ہونا
شیخ جی ترکِ ادب ہو مری تقصیر معاف — حاملِ ریش کو لازم ہے مسلماں ہونا
کوئی دشوار نہیں قطعِ رہِ آزادی — اے دل اس راہ میں ہرگز نہ ہراساں ہونا

کیجئے اپنی ثنا اب نہ بہت اے احمق
آپ کے نام سے ظاہر ہے ہمہ داں ہونا

مجبورِ ضبط جس دم آہ و فغاں کرینگے — زیر و زبر تجھے بھی اے آسماں کرینگے
ہم ہر طرح کی تجھ پر قربانیاں کرینگے — آزاد تجھ کو لیکن ہندوستاں کرینگے
مجھ کو یہ کیا خبر تھی مجھ پر یہ سب جفائیں — نامہرباں ہو کر اک مہرباں کرینگے
بوڑھوں کا آسرا کیا ہے خون جن کا ٹھنڈا — کچھ کام اگر کریں گے تو نوجواں کرینگے
کبتک ستم سہیں گے ہم چرخِ فتنہ خو کے — کبتک ہم اے دل آخر ضبطِ فغاں کرینگے
منظور ہے خدا کو تو اہلِ ہند اِک دن — عالم میں حرّیت کا سکّہ رواں کرینگے
کِس نے کہا تھا لائیں احباب ڈاکٹر کو — آخر وہ کیا عِلاجِ دردِ نہاں کرینگے
جب ہو گیا تسلّط گنگ و جمن پہ اپنا — پھر علمِ مشرقی کی نہریں رواں کرینگے
ہاں امتحانِ الفت آساں نہیں ہے اے دل — جو ان سے ہو سکیں گی وہ سختیاں کرینگے
گر بس چلا تو اِک دن صیّاد اور گلچیں — اے عندلیب تجھ کو بے خانماں کرینگے

مجھکو یقیں ہے احمق یہ روٹیاں کھلا کر
بیمار اِک نہ اِک دن "کلّو میاں" کرینگے

دل مرا ایک شوخ پر بے اختیار آنے کو ہے
کیا قیامت اے مرے پروردگار آنے کو ہے

دل کی جانب پھر ہوائے کوئے یار آنے کو ہے
اس خزاں دیدہ چمن میں پھر بہار آنے کو ہے

جستجوئے ناقۂ لیلیٰ میں سوئے دشتِ نجد
بن کے آندھی آج مجنوں کا غبار آنے کو ہے

اس قدر جنسِ وفاداری گراں ہے دہر میں
ایک ایک پیسہ کی چیز اب چار چار آنے کو ہے

خدمتِ ملک و وطن میں موت کا ڈر کیا مجھے
جانتا ہوں وہ تو آخر ایک بار آنے کو ہے

کائناتِ ہستیٔ افلاک پھر ہوتی ہے خاک
پھر مرے لب پر اک آہِ شعلہ بار آنے کو ہے

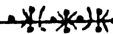
اس اچاپت سے تو اک دن شہر میں ہو گے ذلیل
کیا مصیبت ہے کہ جو شے ہے اُدھار آنے کو ہے

کام اگر لو گیسوئے پر پیچ سے باقاعدہ
روز اس پھندے میں اک تازہ شکار آنے کو ہے

تم ہنسے دیتے ہو ناحق عہد کر کے وصل کا
عاشقِ ناشاد کو بس اعتبار آنے کو ہے

نغمہ سنجانِ چمن تو ہیں قفس میں گوشہ گیر
مجھ کو حیرت ہے چمن میں کیوں بہار آنے کو ہے

آج احمق آئی جی کی آمد آمد کا ہے شور
جیل خانوں کا خدائی فوجدار آنے کو ہے



نہیں پاسِ ملک و وطن جسے وہ بشر نہیں ہے حمار ہے
کہ حیات و موت کا قوم کی اسی ایک شے پہ مدار ہے

نہ دوا سے اس میں ہے فائدہ نہ دعا سے اس کا اُتار ہے
جسے عشق کہتے ہیں کیا خبر کہ وہ کس طرح کا بخار ہے

جو غرورِ ظلم و جفا اُدھر تو رضائے مہر و وفا اِدھر
وہ ستمگروں کی ہے پالسی یہ ستم کشوں کا شعار ہے

نہ کوئی خوشی نہ کوئی الم، ہیں بڑے مزے سے قفس میں ہم
نہ غمِ خزاں کی ہیں کاہشیں نہ ہوائے لطفِ بہار ہے

کبھی جمعہ ہے تو کبھی ہے بدھ کبھی رات ہے تو کبھی ہے دن
ترے وعدے کو بُتِ حیلہ جو نہ قیام ہے نہ قرار ہے

ہے وطن پرستی اگر خطا تو حضور کہتے ہیں یہ بجا،
کہ تمام وسعتِ ہند کا زن و مرد قابلِ دار ہے

غمِ زندگی سے فراغ بھی دلِ زار ہے کوئی دل لگی
وہ شراب تھی جو ازل میں پی اسی نشے کا یہ خمار ہے

فقط اس لئے کہ ہلال کی نہ رہے زمانہ میں روشنی
کبھی فکرِ مصر و عراق ہے کبھی حرصِ شام و تتار ہے

کبھی اَحمق ایک زمانے میں سر دار کھینچے گئے تھے جو
مجھے فخر ہے کہ مرا بھی اب انھیں خود سروں میں شمار ہے

عمر بھر کوٹھریاں جھانکی ہیں زندانوں کی
ہسٹری شیٹ میں کیا ہے ترے دیوانوں کی

کس کی قسمت ہے میسّر ہو جسے یہ اِنسلٹ
گالیاں، وہ بھی درِ یار کے دربانوں کی

جب سے اسلام کی عظمت کو نکالا دل سے — کہیں پرسش نہیں دنیا میں مسلمانوں کی
خبطِ آزِ نظرِ لطف با یناں للّٰہ — قابلِ رحم ہے حالت ترے دیوانوں کی
گھر بلا کر مجھے تم نے جو زد و کوب کیا ہے — کیا یہی قدر ہوا کرتی ہے مہمانوں کی
قافلے والوں کو بھائی ہے پیانو کی جو لے — بولتی بند ہے بیچارے حدی خوانوں کی
ڈائرو جانسن و مائکل آئیں تو کہیں — آزمائش ہو ذرا تیرے گراں جانوں کی
اہلِ مغرب کو مناسب نہیں انساں کہنا — کون سی بات ہے ان میں جو ہے انسانوں کی
تیری محفل میں پہنچنے کی جنہیں ہے کچھ امید — گالیاں کھا کے بھی خوش ہیں ترے دربانوں کی
گر پڑے جڑ سے اکھڑ کر شجرِ حسرت و یاس — وہ چلی زور کی آندھی مرے ارمانوں کی
اس گورمنٹ سے کس کو ہے امیدِ بہبود — ہندوؤں کی ہے یہ ظالم نہ مسلمانوں کی
گرمیاں جس نے گزاری ہیں کبھی زنداں میں — عمر بھر اسے حاجت نہیں خسخانوں کی
بسکہ گلشن میں ہے آئینِ زباں بندیٔ عام — نغمہ سنجی ہو تو کیونکر ہو خوش الحانوں کی
عزمِ یورپ پہ مرے آپ نہ پڑھیے لاحول — قبلہ ام وہ کوئی بستی نہیں شیطانوں کی

دیدیا آج کلیمنٹ[ع۵] نے ڈنڈا احمق
آج اُمید بر آئی مرے ارمانوں کی ؎

اس طرح جو عام اے ستم ایجاد رہیگی — بیداد میں کیا لذّتِ بیداد رہے گی
جب تک وہ نگہ مائلِ بیداد رہے گی — دل کو خلشِ دردِ جگر یاد رہے گی

ع۵ سپرنٹنڈنٹ جیل

دو دانۂ گندم کے لئے منّتِ صیّاد
بلبل تجھے کیا قیدِ قفس یاد رہے گی

پابندیِ زنداں تو ہی آزادیِ وحشت
غم یہ ہے کہ پابندیِ میعاد رہے گی

یہ حکمِ مشیّت تھا کہ دوزخ کے علاوہ
یورپ میں بھی شیطان کی اولاد رہے گی

تازہ المِ گل ہے گرفتارِ قفس کو
کچھ روز تو وحشت مجھے صیّاد رہے گی

ویرانِ تمنّائے محبت تھا مرا دل +
خوش ہوں کہ اب اس گھر میں تری یاد رہے گی

ممکن نہیں محشر میں ترے جور کی فریاد
اس وقت تک اے شوخ کسے یاد رہے گی

یہ ناز یہ انداز یہ شوخی یہ شرارت +
ظالم تری ہر طرزِ ادا یاد رہے گی

کیوں جان ابھی سے نہ رہِ شوق میں دے دوں +
آخر تو محبت میں یہ برباد رہے گی

احمق ہمیں زندانِ مصیبت کی ہر اک بات
جب تک بھی جئیں گے بخدا یاد رہے گی



قطعات

بعض فتنہ پردازاور خود غرض لیڈروں کی شان میں جو جیل کے اندر بھی افتراق وانشقاق کی بلا پھیلانا چاہتے تھے اور جن کا طرز نہایت خطرناک اور رسوا کن تھا۔



جیل میں آ کر اگر ہے لیڈریت کی ہوس
بندہ پرور سر پہ رکھئے دوڑ کر جیلر کے بُوٹ

قید خانے کے محافظ گر کبھی تشریف لائیں
قاعدہ سے دست بستہ کیجئے اٹھ کر سلوٹ

ایک ادنیٰ وارڈر کو بھی سمجھئے ویسرائے
جانئے ان سب کو مائی باپ ہیں جو رنگروٹ

جیل کے ہر حکم پر کر دیجئے خم اپنا سر
ہاتھ سے گو رشتۂ غیرت ہی کیوں جائے نہ چھوٹ

عاملانِ جیل کے دل کو نہ پہنچے کوئی ٹھیس
ملک بھر کے شیشہ ہائے قلب کیوں جائیں نہ ٹوٹ

اس کی کوشش بھی ہو ایک کارِ ضرور و فرض خاص
جس طرح سے ہو گئے ڈلوائیے آپس میں پھوٹ

کیجئے تبلیغ شیروں میں کہ بن جائیں شغال
لیجئے سرمایۂ عقل و متاعِ فہم لوٹ

اتحاد و امن کی بنیاد کو ڈھا دیجئے
یہ گھروندا کیجئے کوشش کہ جائے ٹوٹ پھوٹ

مفسدانِ ملک کی فرمائیے مدح و ثنا
جاں نثارانِ وطن پر کیجئے طعنوں کے شوٹ

دیکھئے جس کو مخالف کیجئے وہ جوڑ توڑ
جیل کا عملہ پڑے سب ملکے بیچارے پہ ٹوٹ

یہ اگر ہے جب تو جیل آفس میں ہے قدر آپکی
یہ نہیں تو آرزوئے کیک و بسکٹ جھوٹ جھوٹ

سید محمد ہادی صاحب دہلوی سکرٹری خلافت کمیٹی جھانسی۔ آپ ۳۱ر دسمبر ۱۹۲۱ء کو فتح گڑھ سے رہا ہوئے۔

تجھے ہم الوداعی ایڈرس دینے کو تھے ہادی
مگر سوچا تو وہ سارا تکلّف بے ضرورت تھا

فراق خانماں و ترکِ عیش و سختیٔ زنداں
غرض تو نذرِ ہر آفت تھا وقفِ ہر مصیبت تھا

اِدھر دل میں ترے تھا شوقِ آزادیٔ ہندستاں
اُدھر سر میں ترے سودائے احیائے خلافت تھا

تجھے پاؤں کی بیڑی مایۂ صد فخر و عزّت تھی
تجھے گردن کا اپنی طوق وجہ صد مسرّت تھا

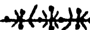
ترے ہاتھوں نے سنّی کات کر اور مونج بٹ بٹ کر
یہ ثابت کر دیا تو مستقل ہر مصیبت تھا

وہ روٹی جس میں آدھی ریت ہو یوں شوق سے کھانا
بتاتا ہے کہ تیرا ادّعائے اصل، خدمت تھا

یہ گویا مختصر الفاظ میں تعریف ہے تیری
ترے سینہ میں دل تھا اور وہ دل باحمیّت تھا



سنٹرل جیل آگرہ سے متھرا کے ایک نوجوان کے رہا ہونے پر الوداعی پارٹی میں حسب ذیل قطعہ ۴ر اپریل ۲۲ء کو بطور ایڈریس کے پڑھا گیا



جوانانِ وطن جاتے ہو زنداں سے خدا حافظ
مگر اپنے فرائض سے کہیں غافل نہ ہو جانا

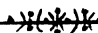
اٹھانا زحمتِ رنج و بلا ثابت قدم رہ کر
حوادثہائے رنگارنگ سے بد دِل نہ ہو جانا

تمہارے سر میں بیش از بیش ہو سودائے حرّیت
کہیں محوِ فریبِ سختیٔ منزل نہ ہو جانا

بلائیگی تمہیں اپنی طرف آسائش گیتی
کہیں بہرِ خدا تم اس طرف مائل نہ ہو جانا
ڈرائیگا تمہیں خوف و ہراسِ ابتلا اکثر
کہیں دونِ ہمتانِ ملک میں شامل نہ ہو جانا
ہٹائے جاؤ گے تم حق پرستی کی حمایت سے
کہیں ناحق اسیرِ حلقۂ باطل نہ ہو جانا
دیا جائیگا تم کو درس غداریٔ ملت، کا
کہیں اس زہر کی تاثیر سے غافل نہ ہو جانا
فریبِ مصلحت بینی میں آ کر اہلِ ظاہر کے
کہیں باطن میں زید و عمر کے قائل نہ ہو جانا

تمہارا جذبۂ ایثار و خدمت رنگ لائیگا
مگر یہ ہے کہ بے پروائے مستقبل نہ ہو جانا

سنٹرل جیل لکھنؤ کے نائب جیلر کی ہمدردیوں کا جواب



اشرار کے ظلم و ستم و جور و جفا سے
مانا کہ اب اک حشر بپا ہو کے رہے گا
مانا، وطن و قوم کی خدمت کا فدائی
بے نام و نشاں ہو کے فنا ہو کے رہے گا
مانا کہ پرستارِ حق و صدق و دیانت
آخر تہِ شمشیرِ جفا ہو کے رہے گا
حریتِ کامل کا جو ہو گا متمنّی
سر اس کا بس اب تن سے جُدا ہو کے رہیگا
جس سر میں نظر آئیگا سودائے حکومت
پامالِ ستم ہائے بلا ہو کے رہے گا
جس سینے میں ہو گی خلش دردِ اخوّت
آماجگہ تیر قضا ہو کے رہے گا
چاہے گا جو زنجیرِ غلامی سے رہائی
ہر بند سے بند اس کا جدا ہو کے رہے گا
آجائے گا اک کلمہ حق جس کی زباں پر
خنجر کے تلے اس کا گلا ہو کے رہیگا

کچھ بھی ہو مگر یہ تو یقینی ہے کہ اب ہند
اغیار کے پنجے سے رہا ہو کے رہیگا

جیلر کے حکم سے تو بڑا ہے خدا کا حکم
جیلر کا خوف ہے تو خدا کا بھی چاہیئے
"لا" کوئی چیز ہے تو "بلی" بھی ہے کوئی چیز
چکی اگر ہے شرط تو روزہ بھی چاہیئے

محمد غنی کھا کے غش گر پڑے ہیں
کہ روزے میں پستی نہیں اُن سے چکی
مگر اُن کا ایماں، مگر اُن کی ہمّت
وہ اُتنا ہی قائم، یہ اُتنی ہی پکّی

مظفر سے زیادہ بھی ہے کوئی ناتواں لیکن
شجاعوں کی بھی ہمّت اسکے آگے مات ہوتی ہے
یہ روزہ دن کا سماں یہ سخت گرمی یہ کڑی محنت
خدا ایمان دے ایمان کی سب بات ہوتی ہے

پریشاں یوں تو اکثر قیدیوں سے رہتے ہیں جیلر
مگر شاکی ہیں وہ سب سے زیادہ ایک قیدی کے
اسے دن میں جو دیجاتی ہے ٹوپی جیل خانے کی
وہ گاندھی کیپ کر لیتا ہے اسکو رات میں سی کے

آزادیِ کامل کی تمنا نہیں جس کو
انسان اگر اسکو کہیں ہم تو خطا ہے
محکومی و پابندیِ اغیار سے جو شخص
خوش ہے وہ حقیقت میں گدھے سے بھی سوا ہے

نماز عید پڑھنی منع ہے۔ اس جرم میں ہم کو
سزا دی ہے کہ تنہائی میں چکّی بیس دن پیسو،
مگر اس کا یہ مطلب ہے کہ تثلیثی جماعت کو
خدا توفیق دے تو یونہی احمق تیس دن پیسو

بے بال و پری ہے اور قفس دانہ ہے نہ انکو پانی ہے
صیّاد عنادل پر یہ ستم کیا تو بھی انگلستانی ہے
اس عہد میں ہے جو قدر اپنی کرتا ہی بہت کچھ شرح اسکی
"ہیرن" کا یہ جملہ اے احمق تم سالا ہندوستانی ہے

فتح گڈھ کے جیل میں بولا تھا اُلّو ایکدن
آگرے بھیجے گئے ہم لوگ فوراً جسکے بعد
ہیں یہاں بھی آج انہیں حضرت کی نغمہ سنجیاں
دیکھیئے ہو کس طرف کا کوچ اپنا اسکے بعد

لکھنؤ کا جیل اور یہ گوشۂ تاریک و تنگ
یہ مئی کی تابشیں یہ گرمیٔ بازارِ صَوم
شربت و فالودہ و برفاب کا یاں ذکر کیا
بھپکے اَو نٹے ہوئے پانی سے ہے افطارِ صَوم

گرمیوں میں ہیں جو روزے تو یہ جیلر کا ہے حکم
ہم کو پانی نہ دیا جائے نہانے کیلئے
چھوڑ دیں سونگھ کے جس دال کو کتّے احمق
رمضاں میں ہمیں دیجاتی ہے کھانے کیلئے

کھلا ہے جیل کا دروازہ جس کا جی چاہے
معافی مانگ لے جیلر سے اور گھر جائے
یہ کیا ضرور ہے بس اسکی رائے پر ہو عمل
جو چاہتا ہو اسی کش مکش میں مر جائے

گئے وہ دن کہ تھا جب اختلافِ ہندو و مسلم
بس اب اک دوسرے کے مونس و غمخوار ہو جاؤ
دکھا دو اپنی قوت اپنے دشمن کے مقابل میں
وہ پتھر ہے تو تم اک آہنی دیوار ہو جاؤ

اگر آزادیِ قوم و وطن کی دل سے خواہش ہے
تو پہلے اختلاف باہمی کو طاق پر رکھ دو
پھر اسکے بعد نکلو شیر نر کی طرح میداں میں
کہ جسکو سامنے دیکھو کلیجہ چیر کر رکھ دو

جس سے رشتہ جیل میں جوڑا
اس نے ساتھ ہمارا چھوڑا
چل ہی دئے آخر اے احمق
نارائن پرشاد اروڑا

رام پرشاد مصر کی سی توند
جیل بھر میں کہیں نہیں واللہ
اُن کے جانے پہ ہے دُعا سب کی
پھر نہیں جلد آئیں یا اللہ

اس واسطے کہ جیل سے منسوب ہے یہ دال
ہم کو دل اور جان سے مرغوب ہے یہ دال
تم کچھ ہی اس کو کیوں نہ کہو بھائی نرنجن
ہم تو یہی کہیں گے بہت خوب ہے یہ دال

رُباعیّات

خواہانِ خطاب ہوں نہ ہوں طالبِ جاہ
شیطاں مجھکو کرے گا کیونکر گمراہ
میں اور انگریز کی خوشامد! کیا خوب!
لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلّا بِاللّٰہ

دنیا والو! خیالِ دنیا کب تک
محوّیتِ اعتبارِ فردا کب تک
ہے صلحِ عناصر پہ مدارِ ہستی
ظاہر ہے کہ اتفاقِ اعدا کب تک

بس تجھ کو مرے ہی آشیانے کی ہے فکر
یا کچھ اپنے بھی آب و دانے کی ہے فکر
بلبل کا تو گھر ہے باغ، لیکن صیّاد
تجھ کو بھی کہیں اپنے ٹھکانے کی ہے فکر

مُسلِم پہ جفا و ظلم ڈھانے والے
سُن لیں کہ یہ کہتے ہیں سُنانے والے
ہم تو باقی رہیں گے انشاء اللہ
لیکن مٹ جائیں گے مٹانے والے

احباب مناتے ہیں زمانے میں بسنت
ہیں عید کی طرح ہر گھرانے میں بسنت
اس ظلم رسیدہ کو کہو اے مدّاح
جسکو آئے ہوں جیل خانے میں بسنت

ہر صبح جو ناشتے میں آتے ہیں چنے
کس لطف سے اہلِ جیل کھاتے ہیں چنے
گھر پر یوں پوڑیاں چباتے تھے نہ ہم
جس شوق سے اب یہاں چباتے ہیں چنے

ہے جیل میں زیست کا سہارا تسلا
کیوں ہم کو نہ ہو جان سے پیارا تسلا
لوٹا بھی، گلاس بھی، رکابی بھی، غرض
ہر کام آتا ہے یہ ہمارا تسلا

ہر طرح کے شور و شر سے حاصل ہے امان
بیٹھے ہوئے پڑھتے ہیں مزے میں قرآن
تنہائی کی کوٹھری میں آکر مدّاح
حد درجہ ہے اپنے قلب کو اطمینان

بیٹھو تو ہے اک مزے کا مونڈھا تسلا
لیٹو تو ہے سر کے لئے تکیا تسلا
کھانا کھاؤ تو ہے رکابی احمق
پانی جو پیو تو ہے کٹورا تسلا

زنداں کی غذاؤں میں ہے انسب جھلرا[ع]
ہے دال کا بھی چچا یہ بے ڈھب جھلرا
کیڑے ہیں برابر کے تو کنکر ہیں دو چند
کیا خوب ہے معجونِ مرکّب جھلرا

ع۔ جیل کی اصطلاح میں ساگ کو جھلرا کہتے ہیں۔

کہیے جو کچھ وہ صاف مُنہ پہ کہیے
ہر معتبر و خلاف مُنہ پہ کہیے
مانا کہ ہے زید کی شکایت برحق
لیکن یہ خطا معاف مُنہ پہ کہیے

جس سے جو معاملہ ہو وہ صاف رہے
ہر بات میں مدّ نظر انصاف رہے
ہے ایک یہی تو چیز جس کے باعث
ممتاز جہاں ہمارے اسلاف رہے

مطلب کے دوست، دوست کب ہوتے ہیں
ساتھی بنتے ہی کے بہ سبب ہوتے ہیں
ان کی باتوں میں تم نہ آنا مدّاح
دیکھو یہ خوشامدی غضب ہوتے ہیں

لازم ہے تجھے بُرائیوں سے بچنا
چالاکیوں سے صفائیوں سے بچنا
جو پیار سے تجھکو کہیں بھائی مدّاح
اُن بردہ فروش بھائیوں سے بچنا

غافل کیوں اس طرح پڑا سوتا ہے
کیوں نقد متاعِ آخرت کھوتا ہے
چلنا ہے تو سامانِ سفر کر تیّار
کچھ دیر میں قافلہ رواں ہوتا ہے

ابیاتِ متفرق

دعوئ عہدِ وفا و عشق ڈسمس ہو گیا   وصل میرا رہ گیا ان سے، کرسمس ہو گیا

یہ نہیں جیل کا لباس ملا   یا سوراج آشرم کا پاس ملا

[ع۱] چونچ نکالیں مُلّا ٹونکی،   شامت آئے نہ کیوں مرغوں کی

[ع۲] کس مزے کی ہیں ادائیں کیا غضب کے ٹھاٹھ ہیں۔ مولوی حیدر علی صاحب بھی پونے آٹھ ہیں

شعر دن بھر سناتے ہیں احمق   بس اب انکی یہی مشقت ہے

اُٹھئے اور کاتئے سُتلی احمق   جیل خانہ ہے یہ سسرال نہیں

ع۱ سید محمد ٹونکی صاحب نے ایک اخبار بنام چونچ نکالا تھا اس کے ہیڈنگ کے لئے۔

ع۲ مولوی حیدر علی صاحب سیتاپوری سکرٹری خلافت کمیٹی قصبہ موانہ ضلع میرٹھ نے ایک کاپی دی اور فرمایا اس میں کوئی ایسا شعر لکھ دیجئے جو یاد رہے۔ میں نے یہی شعر لکھ دیا۔ اس روز سے آپ پونے آٹھ ہی ہو گئے۔

زلفؑ کے پیچ میں جو آتے ہیں　　ایک سوسترہ میں جاتے ہیں

اے پولس والو بس اتنی دیر کو کردو رہا　　دیکھ آئیں چڑھ کے تانگے پر امین آباد ہم

نوکری کر کے ہو کتنا ہی برا رام غلام　　رائے صاحب سے ہے اچھا کہیں بیدام غلام

کس قدر فرحت فزا ہے طالبانِ حق کی عید　　ایک تو عید اور پھر زندانیانِ حق کی عید

بچھڑے ملتے ہیں گلے عید کے دن اے احمق　　یاں جدا مجھسے کئے جاتے ہیں احباب مرے

ہم انھیں اپنا بنائیں گے ضرور　　ہو نہیں سکتے جو اپنے باپ کے
ہند میں کب تھا نزاع و انشقاق　　سب یہ گن ہیں بندہ پرور آپ کے

تیغ قاتل کس قدر پیاسی ہے دیکھیں خون کی　　اپنی رگ رگ سے رواں ہیں آج نہریں خون کی

عـہ زلف کے اعداد (۱۱۷) ہیں۔

ہزار بار جیوں اور ہزار بار مروں　　مزا جو موت میں ہے عمرِ جاوداں میں نہیں
یہ واقعہ ہے اگرچہ ہمیں نہیں احساس　　ذلیل ہم سے زیادہ کوئی جہاں میں نہیں

ہر اک جور و ستم، ظلم و جفا مجھ ناتواں پہ ہے　　دماغ ان کا غرورِ حسن سے اب آسماں پہ ہے

سنتے ہو کیا تم آہیں میرے دلِ حزیں کی　　اس ہارمونیم کے سب راگ بے سُرے ہیں
ظاہری عزت کی وقعت قلبِ عاقل میں نہیں　　تیری محفل میں سہی لیکن ترے دل میں نہیں

سرکار سے حج کا خرچ ملے۔ جدّے میں ہو استقبال ترا
واللہ کہ قائل ہوں دل سے اے شیخ تری اس فطرت کا

نقد کوڑی نہ ملی پائے خطابات بہت　　آبرو بڑھ گئی، بنئے کا تقاضا نہ گیا
دل گیا، قوم فروشی کی تمنا نہ گئی　　سر گیا، عہدہ و اعزاز کا سودا نہ گیا

تقدیر نے لکھے تھے یہ دن بھی زندگی میں　　گزرے گا ماہ رمضاں یوں کال کوٹھری میں
یہ سمجھ کر بھی بغیر اُس بزم کے سیری نہیں　　انکے ہاں کتنے کی عزت ہے مگر میری نہیں

دم رخصت معافی چاہتے ہیں　　جفاؤں کی تلافی چاہتے ہیں

یقیناً ہے کسی بھنگی کا یہ اُلّو کی دُم سالا　　کہ ہیرن کی زباں پہ ہر گھڑی رہتا ہے "تم سالا"

ہے وفا کا مادہ کتنا ہمارے بیل میں　　وہ بھی کانجی ہوس میں ہے ہم اگر ہیں سیل میں

کھاتے تھے خوب احمق گھر پہ پلاؤ قلیا　　اب جیل میں بھی کھائیں کچھ دن یہ دال دلیا

❊❊❊

ایک شعر

یہ ہشتادرکنی شعر مجمل طور پر آگرہ ڈسٹرکٹ جیل کے مخصوص احباب اور مخصوص مشاغل کی یاد تازہ کرتا ہے۔ "فَعِلاتُن" ہر مصرع میں چالیس مرتبہ آیا ہے۔



ہمیں یاد آتی ہے اب آگرے کے جیل کی وہ صحبت پر لطف کہ تھا عارف و خواجہ و
خجندی و جنیدی و جگناتھ و فراق و نبیر و ٹونکی و تر پاٹھی و گوبند و کرشنا و کپل دیو و
عزیز احمد ملکھان و میاں اطہر و ڈیسائی و جوتی و کنور سا تھر و گنجور و نیاتی و علی حیدر
و مصرا و میاں شاہد و میر عوض و شاہ صغیر و مکرو بھاشکر و لکشمی و مصر و ارڈرا کے
سبب سے وہ مصیبتکدۂ ظلم چمن زارِ مسرّت

کہ رہا کرتی تھی ہر وقت عجب رونق و تفریح کبھی انجمن شعر و سخن اور وہ احباب کے
دلچسپ ترانے کبھی جلسے کبھی لکچر کبھی اسپیچ کبھی محفل میلاد مقدس، کبھی دعوت کبھی
گانا کبھی شطرنج کے میچ اور کبھی بزم بہائم، وہ ہر اک صبح نماز سحر و آشتی و حمد وہ ہر اک شام
ہوں پر ارتھنا اگنی و پوجا وہ کبڈی وہ اکھاڑے کی بہاریں غرض ایسی ہی ہزار دل
تھیں وہ باتیں کہ ہوا کرتا تھا جن سے عجب اظہار مسرّت



چند مطبوعاتِ جامعہ

مضامین رشید

پروفیسر رشید احمد صدیقی، مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ اُردو کے چند منتخب لکھنے والوں میں ہیں خصوصاً ان کی مزاحیہ نگاری ملک کے ہر طبقہ میں غیر معمولی مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ آپکو یہ سُنکر خوشی ہوگی کہ ان کے مزاحیہ مضامین کا ایک مجموعہ، مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ نے شائع کیا ہے۔ یہ مضامین کیا ہیں دریائے لطافت سے سینچی ہوئی کِشتِ زعفران، تر و تازہ، شاداب اور فرحت بخش۔ کتاب کی ظاہری خوش نمائی میں بھی خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ قیمت مجلّد عا ر

دلی کا سنبھالا

دہلی مرحوم کی داستان الم۔ از خواجہ محمد شفیع دہلوی

تذکرہ دہلی مرحوم کا اے دوست نہ چھیڑ :: نہ سُنا جائے گا ہم سے یہ فسانہ ہرگز

مرحوم دہلی کے عروج کے آخری ایام کی مرقع نگاری دہلی کی اس ٹکسالی زبان میں کی گئی ہے جو اَب نابود ہے۔ انداز بیان ایسا موثر ہے، کہ دل بے اختیار ہو جاتا ہے۔

قیمت عہ ر

میری کہانی

پنڈت جواہر لال نہرو کی آپ بیتی کا اُردو ترجمہ نہایت سلیس اور شگفتہ زبان اور اصل انگریزی کی طرح زور بیان۔ ہندوستان کی موجودہ سیاسی تاریخ پر ایک بے نظیر کتاب ہے۔ یہ کتاب پڑھکر معلوم کیجئے کہ نوجوانوں کے قائد اعظم نے ہماری تحریک اور ہمارے رہنماؤں کے متعلق کن خیالات کا اظہار کیا ہے۔

کتاب کی ضخامت ایک ہزار صفحات سے زیادہ ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ سب اچھا ہے۔ بہت سی تصویریں بھی دی گئی ہیں قیمت مجلّد دو حصے۔ للعہ ر

بنی اسرائیل کا چاند

مصنفہ رائڈر ہیگرڈ، مترجمہ عبدالمجید حیرت بی اے (علیگ) فرعون کا دورِ حکومت، شاہزادہ سیٹی ولی عہد سلطنت کی عدل و انصاف کے لئے معزولی، عبرانیوں پر مظالم، ایک عبرانی لڑکی میراپی کے حیرت انگیز کارنامے مصر پر خدائے بنی اسرائیل کی طرف سے پے در پے مختلف قسم کی وبائیں بنی اسرائیل کی آزادی۔ فرعون کی معہ لشکر غرقابی اور سیٹی و میراپی کے تعلقات کی دلگداز داستان۔ قیمت مجلّد عہ ر

میدانِ عمل

سعیِ پیہم ہے نشانِ قیس و شانِ کوہکن — عشق نے آباد کر ڈالے ہیں دشت و کوہسار

ملک کے مشہور و معروف ادیب منشی پریم چند کا بے نظیر ناول جو ان کے تمام پچھلے

کارناموں پر بھاری ہے۔ میدانِ عمل میں ملک کی موجودہ بیدار اور بے چین روح کی ایک جھلک ہے۔ اس ناول کے افراد کوئی خیالی اشخاص نہیں کہ جن سے اگر نیکی ہوتی ہے تو ایسی کہ ان کی نظیر دنیا کی تاریخ میں ڈھونڈھے سے نہیں ملتی اور اگر انھیں گنہگار یا مجرم دکھایا جاتا ہے تو ایسا کہ شیطان بھی بازی ہار جائے۔ میدان عمل میں اس دَور کے وہ زندہ انسان ہیں جن سے نیکی اور بدی۔ رہنمائی اور بے راہ روی دونوں ممکن ہیں۔ وہ محبت کرنے اور محبّت کی آگ میں اپنا سب کچھ جلا کر خاکستر کر دینے کے اہل ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں ہندوستان کا مستقبل ہے اور ان کے کارناموں پر کروڑوں انسانوں کی فلاکت کا بار۔

ایسے اشخاص کی زندگی کی داستان ہر محبِ وطن پڑھنا پسند کرے گا خصوصاً اس حالت میں جب کہ منشی پریم چند کے سحر طراز قلم نے انھیں صفحۂ قرطاس پر جیتی جاگتی ہستیاں بنا دیا ہو۔ قیمت مجلد ؏

شعلۂ طور (طبع ثانی)

حضرت جگرؔ مراد آبادی کا مکمل دیوان جس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا۔ اور جو نئی ترتیب اور بہت کچھ تازہ کلام کے اضافہ کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ قریب الختم ہے۔ جلد فرمائش بھیجئے ورنہ تیسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا قیمت ؏

کلامِ جوہر

مولانا محمد علی کے سارے کلام کا مجموعہ (چوتھا ایڈیشن) قیمت ۸؍

بیوہ

منشی پریم چند آنجہانی نے ایک بیوہ کے حالات دردناک پیرایہ میں لکھے ہیں ایک بیوہ کی ترغیبات، اس کی الجھنوں اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنیکی کوششوں کو بہترین طریقہ سے پیش کیا ہے۔ ضمناً یہ بھی بتایا ہے کہ ایک بیوہ کو کیسی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ قیمت مجلد عہ/

واردات

منشی پریم چند آنجہانی کے جادو نگار قلم کے ۱۳ تازہ ترین مختصر افسانوں کا مجموعہ یہ افسانے ہماری معاشرت اور سماج کی تصویریں ہیں جو افسانوں کی شکل میں منشی صاحب آنجہانی نے پیش کی ہیں۔ کاغذ طباعت اعلیٰ بتقریباً ۲۰۰ صفحات۔ قیمت مجلد صرف عہ/

ضبطِ نفس اور نفس پرستی

مہاتما گاندھی کی ایک مشہور کتاب کا اردو ترجمہ۔ از جناب ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب اس میں نوجوانوں کو بہت مفید اور عملی مشورے دئے گئے ہیں۔ جن پر چل کر وہ اپنی زندگی کامیاب بنا سکتے ہیں اور اپنی صحت کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔ چاہیئے کہ اسے شادی شدہ و غیر شادی شدہ دونوں بغور پڑھیں۔ قیمت ۱۰/

تلاشِ حق

مہاتما گاندھی کی آپ بیتی کا اردو ترجمہ۔ از ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب

یہ وہ کتاب ہے کہ عوام و خواص دونوں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور خوشی کی بات یہ ہے کہ عام طور پر اسے پسند کیا گیا ہے۔ دونوں حصوں کا حجم تقریباً (۷۵۰) صفحات ہے اور مہاتما جی کے (۷) فوٹو دئے گئے ہیں

قیمت } جلد اوّل عہ/ جلد دوم عہ/

قوم کی آواز

مہاتما گاندھی کی گول میز کانفرنس کی تقریروں کا مجموعہ اور سفر یورپ کے حالات مترجمہ ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب۔ انگلستان کے مختلف طبقوں اور مختلف الخیال لوگوں سے مہاتما جی کے مکالمات و تبادلہ خیالات کا آئینہ اور آئندہ سیاسی و معاشرتی حالات پر غائر نظر حجم تقریباً (۴۰۰) صفحات۔ قیمت عہ/

خادمات خلق

یورپ امریکہ کی ممتاز اور نیک خواتین کے حالات جنھوں نے انسانی ہمدردی کی خاطر اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر دوسروں کی مدد کی۔ قیمت ۱۰/

سیرت محمد علی

رئیس الاحرار مولانا محمد علی مرحوم کی مفصل و مبسوط سوانحعمری ارباب ذوق جلد توجہ فرمائیں (زیر طبع)

مکتبہ جامعہ۔ دہلی۔ نئی دہلی۔ لاہور۔ لکھنؤ۔

[illegible]

فقط